والدین کے ساتھ
حسنِ سلوک

حافظ امام جمال الدین ابو الفرج
عبد الرحمن ابن الجوزي البغدادي
المتوفی ۵۹۷ھ



تحقیق
محمد عبد القادر عطاء

ترجمہ
پروفیسر محمد اسلم صدیق

مکتبہ اسلامیہ

والدین کے ساتھ

حسنِ سلوک

حافظ امام جمال الدین ابوالفرج
عبدالرحمٰن ابن الجوزي البغدادي
المتوفی ۵۹۷ھ

تحقیق
محمد عبدالقادر احمد عطاء

ترجمہ
پروفیسر محمد اسلم صدیق

مکتبہ اسلامیہ

ناشر ---------------- محمد سرور عاصم

اشاعت ---------- اپریل 2009ء

قیمت ----------------

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمۃ

یہ حقیقت ہے کہ مختلف خاندانوں اور گھرانوں کے اجتماع سے ایک معاشرہ، قوم اور ملت وجود میں آتی ہے۔ نیز ہر معاشرہ کے لیے ایک ایسے نظام حیات کا ہونا فطری اور معاشرتی تقاضا ہے کہ جس کے مطابق وہ اپنی زندگی گزار سکے چنانچہ اللہ تعالیٰ، جو خالقِ کائنات ہے، اس نے اپنے بندوں کے لیے ایک ایسا نظامِ زندگی وضع کیا جو ان کی زندگی اور بقا کا ضامن ہو سکے۔

اسلام نے نکاح کو مشروع قرار دیا، اس کی بہت زیادہ ترغیب دی اور خاص احسان یہ کیا کہ نوع انسانی کی دونوں صنفوں کے درمیان مودت ورحمت کا جذبہ ڈال دیا۔ اور ہمارے لئے خود ہم ہی میں سے جوڑے پیدا کر کے ہمارے لئے سکون اور دلی اطمینان کا سامان مہیا کر دیا، تا کہ سلسلۂ ازدواج کے ساتھ تہذیب وتمدن کے جو مقاصد وابستہ ہیں، انہیں کما حقہ پورا کیا جا سکے۔ پھر ان مقاصد کے حصول کے لیے قرآن کریم نے ایمان کے ساتھ ہم آہنگ ایسی اخلاقی، عقلی، فطری اور وجدانی اقدار متعین کر دیں جو چھوٹے سے خاندانی دائرہ کے اندر نشوونما پاتی اور پروان چڑھتی ہوئی ایک پوری امت پر محیط ہو جاتی ہیں اور بالآخر دنیا کی تمام قومیں اسلام کے اس صالح، جامع اور مکمل قانون سے فیض یاب ہوتی ہیں۔

قدرت کی نشانیوں میں سب سے پہلی نشانی یہ تھی کہ اس نے خاندان کی تعمیر کیلئے پہلی بنیاد رکھی۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْہَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ ﴾ [1]

"اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے خود تم ہی میں سے جوڑے پیدا کیے تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور اس نے

---

[1] ۳۰/ الروم: ۲۱۔

تمہارے لیے مودت اور رحمت پیدا کی۔ یقیناً اس میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کیلئے بڑی نشانیاں ہیں۔"

اس آیت مبارکہ میں جس دلی سکون کا ذکر ہوا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ شریک حیات کی مسکراہٹ اور ہم آغوشی سے سب غم کافور ہو جائیں۔ اور دلی چین و سکون نصیب ہو، تعلقات میں فیاضانہ برتاؤ پروان چڑھے۔ جسدِ انسانی ہر قسم کے خوف سے مامون ہو جائے۔ معاش کی تلاش میں دن بھر کا تھکا ہارا جسم پھر سے تازہ دم ہو جائے۔ شریک حیات کے ساتھ استمتاع سے فطری خواہشات کا تلاطم خیز سمندر اس طرح پرسکون ہو جائے کہ اخلاق اور حیا کی گراں مایہ کو کسی قسم کا صدمہ پہنچنے کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ اور کسی غیر عورت کی طرف میلان کا جذبہ دم توڑ دے۔ یہی نکاح کا اولین مقصد ہے جو اللہ تعالیٰ نے لِتَسْكُنُوْا إِلَيْهَا اور لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا کے الفاظ کے ساتھ واضح کر دیا ہے۔

صلہ رحمی

اسلامی قانونِ ازدواج کا دوسرا اہم مقصد یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان رحمت و مودت، محبت و آشتی اور دلی یکجہتی کا تعلق پیدا ہو۔ رحمت کے اس جذبہ سے ہی قرابت کا رشتہ استوار ہوتا ہے۔ اور پھر رشتہ داری کے ساتھ مودت و محبت کا ایسا تعلق پروان چڑھتا ہے، جسے اسلام میں صلہ رحمی کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اور یہ ایسا تعلق ہے جو رحمِ مادر کے اشتراک سے پیدا ہوتا ہے، اسکی گرہ کو خالقِ کائنات نے اپنے نام الرحمٰن الرّحیم کے ساتھ باندھا ہے۔ [1]

میاں بیوی کے درمیان مودت و رحمت کا یہ تعلق جس قدر زیادہ مضبوط ہو گا، ان کی اولاد میں محبت و رحمت کے جذبات اسی قدر زیادہ اور افرادِ خانہ کے درمیان باہم احترام اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت اسی قدر مضبوط ہو گی۔ اور آگے چل کر اس سے ایک ایسا معاشرہ تشکیل پائے گا کہ ان کے ایک فرد کا غم پورے معاشرہ کا غم ہو گا۔ اور شمال کا رہنے والا جنوب کے باشندے کو پہنچنے والی تکلیف کی ٹیس اپنے سینے میں محسوس کرلے گا۔

---

[1] هذا حلال وهذا حرام، عبد القادر أحمد عطاء ص: ۲۱۸، دار الاعتصام۔

اور بقولِ اقبال رحمۃ اللہ علیہ یہ نقشہ سامنے آئے گا:

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں
تو ہندوستان کا ہر پیر و جواں بے تاب ہو جائے

اور ایک مسلم معاشرہ یقیناً ایسی خصوصیات کا حامل ہوتا ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کیا ہے:

﴿ وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴾ [1]

''ان کی روش یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن رشتوں کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے، وہ انہیں برقرار رکھتے ہیں، اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور انہیں اس بات کا خوف ہے کہ ان سے بری طرح حساب نہ لیا جائے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ﴾ [2]

''اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ وقرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے اجتناب کرو۔''

لیکن جس گھر اور معاشرہ سے مودت ورحمت کی روح نکل جائے وہ گھر اور معاشرہ جہنم کا منظر پیش کرنے لگتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو قطع رحمی سے ڈرایا ہے اور قطع رحمی کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

﴿ فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓی اَبْصَارَهُمْ ۝ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝ ﴾ [3]

''پس اگر تم حکمران بن جاؤ تو تم سے یہی توقع ہے کہ زمین میں فساد پھیلاؤ گے اور قطع رحمی کرو گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیج دی

---

[1] ١٣/ الرعد:٢١۔ [2] ٤/ النساء:١۔ [3] ٤٧/ محمد:٢٢تا٢٤۔

ہے۔ پھر انہیں بہرہ اور اندھا بنا دیا ہے۔ کیا یہ لوگ قرآن کریم میں غور وفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں۔"

قرآن کی طرح احادیث میں بھی جا بجا صلہ رحمی کی تاکید کی گئی ہے، کیونکہ یہی درحقیقت سودت ورحمت کی بنیاد ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

((أَنَا الرَّحْمَنُ وَهِيَ الرَّحِمُ شَقَقْتُ لَهَا اسْمًا مِنَ اسْمِي فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ)) [1]

"میں رحمٰن (بہت رحم کرنے والا) ہوں اور رحم (رشتہ داری) کو میں نے اپنے نام میں سے نام دیا ہے۔ جو اسے جوڑے گا، میں اسے جوڑوں گا اور جو اس کو توڑے گا میں اس (کی زندگی) کو تلخ اور منتشر کر دونگا۔"

اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ الْخَلْقَ، حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْهُمْ قَامَتِ الرَّحِمُ، فَقَالَتْ: هَذَا مَقَامُ الْعَائِذِ مِنَ الْقَطِيعَةِ قَالَ نَعَمْ، أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ: بَلَى، قَالَ: فَذَاكِ لَكِ)) [2]

"اللہ تعالیٰ مخلوقات کو پیدا کر چکے تو رحم بارگاہِ الٰہی میں کھڑا ہوا اور عرض کیا: یہ اس کی جگہ ہے جو قطع رحمی سے آپ کی پناہ چاہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں بالکل لیکن کیا تو اس سے خوش نہیں کہ جو تجھے ملائے میں اس کو اپنے ساتھ ملاؤں اور جو تجھ کو توڑے میں اس سے اپنا تعلق منقطع کر لوں رحم نے عرض کیا: کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرے لیے ایسا ہی فیصلہ ہے۔"

مسند احمد میں درہ بنت ابی لہب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا لوگوں میں سب سے بہترین کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] أبو داود، کتاب الزکاة، باب فی صلة الرحم: ١٦٩٤۔

[2] صحيح مسلم، كتاب البرّ والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها رقم: ٦٥١٨۔

((أَتْقَاهُمْ لِلّٰهِ وَأَوْصَلُهُمْ لِرَحِمِهِ وَآمَرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَأَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ)) [1]

''وہ آدمی سب سے بہترین ہے جو سب سے بڑھ کر اللہ کے خوف سے لرزاں وترساں رہتا ہے۔ سب سے زیادہ صلہ رحمی کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے محبوب علیہ السلام نے مجھے ہر حال میں صلہ رحمی کرنے کی نصیحت کی خواہ تم مجھ سے اعراض کرو اور مجھے ہمیشہ حق بات کہنے کا حکم دیا، خواہ وہ کسی کو کڑوی لگے۔ [2]

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ صلہ رحمی ہر حال میں واجب ہے اور قطع رحمی گناہ کبیرہ ہے۔ اور متعدد احادیث اس پر شاہد ہیں۔ نیز صلہ رحمی کے مختلف درجے ہیں۔ ان میں بعض بہت بڑے ہیں البتہ ان میں سے کم ترین درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنے عزیزوں کے ساتھ میل جول، بول چال اور سلام دعا رکھے۔ حالات اور اشخاص کے اعتبار سے صلہ رحمی کی مختلف صورتیں ہیں۔ بعض حالات میں صلہ رحمی واجب ہوتی ہے اور بعض حالات میں مستحب۔ اگر آدمی بہت زیادہ صلہ رحمی نہ بھی کر سکے بلکہ حسب طاقت کچھ کم صلہ رحمی کرے تو اسے قطع رحمی کرنے والا نہیں کہہ سکتے اور اگر استطاعت سے بھی کم صلہ رحمی کرتا ہے، تو اسے صلہ رحمی کرنے والا نہیں کہہ سکتے۔''

جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کی بہت زیادہ اہمیت بیان کی ہے، وہاں قطع رحمی کرنے والے کے متعلق نہایت سخت وعید سنائی ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ)) [3]

---

[1] مسند احمد، رقم: ٢٣٢٥١۔ [2] مسند احمد، رقم: ٢٠٤٤٧۔

[3] صحيح مسلم، كتاب البرّ والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها، رقم: ٦٥٢٠۔

"اپنے عزیزوں کے ساتھ تعلق توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔"

اسی حدیث کی تشریح میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مَنِ اسْتَحَلَّ قَطِيعَةَ الرَّحِمِ بِلَا سَبَبٍ وَلَا شُبْهَةٍ مَعَ عِلْمِهِ بِتَحْرِيمِهَا فَهُوَ كَافِرٌ مُخَلَّدٌ فِي النَّارِ وَمَنْ يَسْتَحِلُّ قَطِيعَتَهَا فَإِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ فِي أَوَّلِ الْأَمْرِ مَعَ السَّابِقِينَ بَلْ يُعَاقَبُ بِتَأَخُّرِهِ الْقَدْرَ الَّذِي يُرِيدُهُ اللّٰهُ تَعَالَى۔

"جو شخص قطع رحمی کی حرمت کو جاننے کے باوجود بلاوجہ دانستہ طور پر اسے حلال کرے، ایسا شخص کافر اور ہمیشہ کا جہنمی ہے۔ اور جس شخص نے قطعہ رحمی کو حلال ٹھہرایا، بے شک وہ پہلے مرحلے میں سابقین کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا، بلکہ قطع رحمی کی سزا بھگتنے کے بعد جب اللہ چاہے گا، جنت میں جائے گا۔"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کی بہت ترغیب دی ہے، صحیح مسلم کی روایت ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ)) [1]

"جو شخص یہ پسند کرتا ہے، کہ اس کی روزی میں وسعت اور عمر میں برکت ہو تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔"

صلہ رحمی یہ نہیں ہے کہ احسان کے بدلے میں احسان کیا جائے بلکہ وہ لوگ غلطی پر ہیں جو اپنے انہیں رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں جو ان کے ساتھ صلہ رحمی کریں، یہ صلہ رحمی نہیں بلکہ یہ تو بدلہ ہے۔ محض بدلہ دینے سے صلہ رحمی کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ صلہ رحمی یہ ہے کہ آدمی اس کے ساتھ تعلق جوڑے جو قطع تعلقی پر آمادہ ہو۔ اسی کی ترغیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دی۔

[1] صحیح مسلم، رقم: ٦٥٢٤۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے عرض کی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں لیکن وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ تحمل و رواداری سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدتمیزی اور جہالت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ)) [1]

"اگر معاملہ ایسا ہی ہے جیسا تو نے بیان کیا ہے، تو، تو گویا ان کے منہ میں گرم ریت ڈال رہا ہے۔"

یعنی وہ گرم ریت کھانے والے شخص کی طرح ذلت و خواری اور اندوہ ناکیوں سے دوچار ہوں گے۔ ان کا حال اس شخص جیسا ہوگا جس کے منہ میں گرم ریت ٹھونسی جا رہی ہو۔

والدین کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک

بلاشبہ قرابت کے حقوق کی بہت تاکید آئی ہے، لیکن قرابت کا سب سے مضبوط تعلق وہ تعلق ہے، جو ولادت اور رحم مادر کے اشتراک سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے قرابت کے اس تعلق کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جہاں قرآن مجید میں توحید اور اپنی بندگی کا ذکر کیا، وہاں ساتھ ہی والدین کے ساتھ حسن سلوک کا تذکرہ بھی فرمایا ہے:

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ ﴾ [2]

"تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف تک نہ کہنا اور نہ

[1] صحیح مسلم، رقم: ٦٥٢٥۔ [2] ١٧/ الاسراء: ٢٣، ٢٤۔

انہیں جھڑک کر جواب دینا اور ان کے ساتھ ہمیشہ ادب واحترام سے بات کرنا۔ عاجزی ومحبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو جھکائے رکھنا اور یہ دعا کرتے رہنا، اے پروردگار! اِن پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ بچپن میں مجھے پالا تھا۔"

والدین کی اطاعت وفرمانبرداری انتہائی اہم فرض ہے اور قربت الٰہی کا انتہائی اعلیٰ ذریعہ ہے اور ان کی نافرمانی شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔

قرآن وسنت کے یہ قطعی دلائل ثابت کرتے ہیں کہ قرابت داری، رشتہ داری کا اہم فرض اور لازمی تقاضا ہے کہ قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے، ان کے حقوق پورے کیے جائیں اور ان کے ساتھ قطع رحمی سے ہر ممکن گریز کیا جائے۔ جب عام رشتہ داروں کے حقوق کا یہ حال ہے تو پھر آدمی کے والدین جن کے ساتھ قرابت داری کا سب سے مضبوط تعلق ہے، جو اس کے وجود میں آنے کا باعث ہوئے، جنہوں نے اس کی پرورش، نگہداشت اور تعلیم وتربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، وہ اس بات کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کے حقوق کی بجا آوری، ان کی اطاعت وخدمت گزاری، اور ان کے ساتھ حسن سلوک میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے۔ بلاشبہ والدین کا حق سب سے فروتر ہے اور اس حق کو پامال کرنے والا اللہ کی باز پرس سے بچ نہ سکے گا۔

چنانچہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا اوّلین تقاضا یہ ہے کہ آدمی ان کے ساتھ صلہ رحمی کا ایسا خوبصورت عملی نمونہ پیش کرے جو اس کی اولاد کے لیے قابل تقلید ہو۔

کسی معاشرے کی بنیادوں کو ڈھا دینے کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز خطرناک نہیں ہوسکتی کہ ایک بچہ اپنی آنکھوں کے سامنے یہ تلخ منظر دیکھے کہ اس کا باپ اس کے دادا کی توہین کررہا ہے کیونکہ یہی رقص کناں منظر اس کے معصوم ذہن کی تختی پر نقش ہوجائے گا۔ اور مستقبل میں یہی سلوک وہ اپنے باپ سے کرے گا۔

جب معاشرہ کا پہلا بیج ہی تقدس واحترام کے مغز سے محروم کردیا جائے تو پھر رشتہ داری کی حرمت اور قدریں باقی نہیں رہتیں۔ جب باپ اور ماں جیسے مقدس رشتے توہین اور

بدتمیزی کی زد میں آ جائیں تو پھر چچا اور ماموں کے رشتوں کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی۔اور آہستہ آہستہ تمام رشتے طوفانِ بدتمیزی کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں۔پھر ایسے معاشرے پر جنگل کی اقدار اور روایات راج کرتی ہیں۔ایسے معاشرے کے افراد کو قدرت جو سزا دیتی ہے،وہ انتہائی سنگین ہوتی ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ناک کٹ جائے،ذلیل و رسوا ہو وہ شخص جس کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک اس کے پاس بڑھاپے کو پہنچا اور اس کے باوجود وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں داخلے کا سامان نہ کر سکے۔'' [1]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مالک بن عمرو القشیری کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا ثُمَّ دَخَلَ النَّارَ فَأَبْعَدَهُ اللَّهُ وَأَسْحَقَهُ)) [2]

''جس شخص کی زندگی میں اس کے ماں باپ زندہ تھے،اس کے باوجود وہ (ان کی نافرمانی کے باعث) جہنم میں چلا گیا۔تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اسے گھسیٹ کر اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔''

اور والدین کے ساتھ حسن برتاؤ اور ان کی نافرمانی سے اجتناب کا یہ عظیم عمل ان کی زندگی پر موقوف نہیں ہے،بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے موجب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا دروازہ ان کی موت کے بعد بھی کھلا رکھا ہے اور اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ایسے اسباب مہیا کر دیے ہیں کہ انسان موت کے بعد بھی اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کا سلسلہ برقرار رکھ سکتا ہے۔

چنانچہ سنن ابی داؤد،سنن ابن ماجہ اور مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے پاس انصار کا ایک آدمی آیا

[1] صحیح مسلم، رقم: ٦٥١١۔ [2] مسند احمد، رقم: ١٩٤٣٩۔

اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میرے والدین کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ نیکی کا کوئی فرض میرے ذمہ باقی ہے جس سے عہدہ برآ ہوسکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں چار چیزیں ہیں (۱) ان کیلئے رحمت کی دعا کر (۲) ان کیلئے اللہ سے بخشش طلب کر (۳) باپ کے دوستوں اور ماں کی سہیلیوں کا احترام کر۔
(۴) اور والدین کی طرف سے جو تیرے رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ صلہ رحمی کر۔ یہ وہ نیکی ہے جسے ان کی موت کے بعد تیرے لیے پورا کرنا باقی ہے۔'' [1]

دیکھئے اللہ کے راستہ میں جہاد اور شہادت کی جستجو سے بڑھ کر کوئی عبادت اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ نہیں ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ والدین کی رضامندی کے بغیر یہ جہاد بھی جائز نہیں ہے۔ [2]

مسند احمد اور سنن نسائی میں حدیث ہے کہ معاویہ بن جاہمہ السلمی رضی اللہ عنہ اپنے باپ جاہمہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! جہاد کے لیے جانا چاہتا ہوں، اس سلسلہ میں آپ ﷺ سے مشورہ کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''تمہاری ماں زندہ ہے؟'' عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: ''اس کی خدمت میں رہو کیونکہ جنت اس کے پاؤں کے نیچے ہے۔'' [3]

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس کے ماں باپ زندہ ہوں اس کے لیے جہاد کا دروازہ بند ہے بلکہ یہ حکم اس شخص کے لیے خاص ہے جس کے سوا اس کے والدین کی خدمت کرنے والا کوئی نہ ہو۔ اور وہ اس کی خدمت کے محتاج بھی ہوں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ماں کے ساتھ خصوصی حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي

---

[1] مسند احمد، رقم: ١٥٤٧٩۔

[2] هذا حلال وهذا حرام، عبدالقادر عطاء، ص: ٢٩٥، دارالاعتصام، القاهره۔

[3] سنن النسائي، كتاب الجهاد، رقم: ٣٠٥٣، مسنداحمد، رقم: ١٤٩٨٩۔

عَامَیْنِ اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴾ ❶

''اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق وصیت کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑایا (اور ہماری وصیت یہ ہے) کہ میرے شکر گزار رہو اور اپنے والدین کا شکر بجالاؤ۔ آخر تمہیں میری طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

﴿ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ ﴾ ❷

''اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی ہے۔ اس کی ماں نے مشقت اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر اسے جنا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس مہینے لگ گئے۔''

باپ بھی اگرچہ بچے کی پرورش میں پوری شفقت ومحبت کے ساتھ شریک ہوتا ہے لیکن حمل وولادت اور رضاعت کے جن پُر مشقت مراحل سے ماں کو گزرنا پڑتا ہے اس کا اندازہ شاید کوئی نہ کر سکے، اسی وجہ سے نبی ﷺ نے ماں کا حق باپ کے مقابلے میں تین گنا زیادہ قرار دیا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! لوگوں میں میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا ''تیری ماں۔'' انہوں نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: ''تیری ماں'' پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری ماں'' پوچھا: پھر کون؟ تو فرمایا: ''تیرا باپ''۔ ❸

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ یُوْصِیْكُمْ بِاُمَّهَاتِكُمْ. ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. اِنَّ اللّٰهَ یُوْصِیْكُمْ بِالْاَقْرَبِ فَالْاَقْرَبِ)) ❹

''اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ماؤں کے متعلق نصیحت کرتا ہے تین مرتبہ یہ الفاظ

❶ ۳۱/ لقمان:۱۴۔ ❷ ٤٦/ الاحقاف:۱۵۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب البر والصلة، رقم: ٤٦٢٢۔ ❹ مسند احمد، رقم: ١٦٥٥٧۔

دہرائے اور پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں قرابت داروں کے بارے میں وصیت کرتا ہے جو جس قدر زیادہ قریب ہے، اسی قدر اس کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرو۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْأُمَّهٰتِ))

"جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔"

والدین اگر مشرک بھی ہوں تو بھی شریعت ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کا حکم دیتی ہے، لیکن اس شرط پر کہ اگر وہ اللہ کے ساتھ شرک پر مجبور کریں تو ان کی بات نہ مانی جائے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ﴾ [1]

"اور اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے کو شریک کرے، جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کی بات ہرگز نہ مان، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ مگر پیروی اس شخص کے راستے کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔"

معجم طبرانی میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل ہوا ہے کہ یہ آیت:

﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾

میرے متعلق نازل ہوئی تھی۔ وہ اس طرح کہ میں اپنی ماں کے ساتھ بہت حسن سلوک کرتا تھا۔ جب میں مسلمان ہوا تو اس نے کہا: یہ کیا تو نے نیا دین اختیار کر لیا ہے؟ اسے چھوڑ دو ورنہ میں کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی اور اسی طرح بھوکی پیاسی جان دے دوں گی۔ میرے لیے یہ سخت امتحان کا وقت تھا؟ یہ صورت حال میرے لیے باعث عار بن سکتی تھی، لوگ کہتے دیکھو، یہ ماں کا قاتل۔ میں نے اسے کہا: ماں ضد نہ کرو۔ میں کسی قیمت پر بھی اپنا یہ دین چھوڑ نہیں سکتا۔ اس نے ایک رات اور دن کچھ بھی نہ کھایا۔ وہ اپنے عزم پر سختی کے ساتھ قائم تھی۔ ایک اور

[1] ۳۱/ لقمان:۱۵۔

رات دن اسی طرح بلا کچھ کھائے پیئے گزر گیا اور اس کی حالت انتہائی تشویشناک ہوگئی۔ آخر میں نے کہا: اے ماں سن، اللہ کی قسم! اگر تیری سو جانیں بھی ہوں اور ایک ایک کر کے میرے سامنے نکل جائیں تو بھی میں کسی قیمت پر اس دین کو نہیں چھوڑ سکتا، چاہے تم کچھ کھاؤ یا نہ کھاؤ (یہ سن کر) اس نے کھانا کھالیا۔"

اولاد کے حقوق والد پر

ایک طرف اگر اسلام والدین کے حقوق کی نگہداشت کا حکم دیتا ہے تو اس کے ساتھ اسلام والد پر بھی زور دیتا ہے کہ اس کی طرف سے کسی ایسی حق تلفی کا ظہور نہ ہو، جس کے باعث باپ بیٹے کے درمیان محبت والفت کی فضا سوگوار ہو جائے۔

لہٰذا اسلام نے کچھ قوانین متعین کر دیے ہیں کہ اصل وفرع باپ بیٹے کے درمیان باہم محبت والفت اور حسن سلوک کا تعلق ہمیشہ قائم رہے اور رفتہ رفتہ خاندان کا یہ شجرِ الفت اتنا تناور ہو جائے کہ تمام افرادِ خانہ کو قوتِ وحدت اور خیر و بھلائی کی آغوش میں لے لے۔ اور پھر اگر زندگی کے کسی موڑ پر باپ راہِ راست سے ہٹ بھی جائے اور ناحق ایک بیٹے کو دوسرے پر ترجیح دے یا اولاد کی تربیت میں کوتاہی کر لے تو بھی غصہ و رنجش کی یہ آگ دلوں کو متاثر نہ کر سکے۔ اس سلسلہ میں اصل بنیاد رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) [1]

"تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور روزِ قیامت اس سے اس کی ذمہ داری کے متعلق پوچھا جائے گا۔"

ایک باپ اپنی اولاد کا ذمہ دار ہے۔ ان کی پرورش، ان کی دینی تربیت، آئندہ زندگی کے تقاضوں کے مطابق انہیں تیار کرنا، ان کے درمیان عدل وانصاف کا قیام والد کا دینی فریضہ ہے، کسی معاملہ میں بھی وہ شرعی عذر اور اولاد کی رضامندی کے بغیر کسی ایک بیٹے کے ساتھ خصوصی سلوک نہ کرے، اگر کرے گا تو گناہ اور حرام کام کا مرتکب قرار پائے گا۔ آج کل جس حرام کام کا سب سے زیادہ ارتکاب ہو رہا ہے، وہ والدین کا اپنے بعض بیٹوں یا بیٹیوں کو وراثت اور شادی کے حق سے محروم کرنا ہے۔

[1] صحيح بخاری، كتاب الجمعة، رقم: ٨٤٤، صحيح مسلم، كتاب الأمارة، رقم: ٤٧٠٨۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حیات وخدمات

نام ونسب

آپ کا مکمل نام جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن علی القرشی، التیمی، البکری اور البغدادی ہے، آپ فقہ حنبلی کے امام، حافظ الحدیث، شعلہ نوا خطیب، عظیم مؤرخ اور کہنہ مشق ادیب تھے تاریخ میں ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف ہوئے۔

ولادت و پرورش

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ ولادت کے متعلق اختلاف ہے۔ایک روایت کے مطابق آپ ۵۰۸ھ اور ایک روایت کے مطابق ۵۱۰ھ میں پیدا ہوئے۔حتیٰ کہ امام صاحب کو خود بھی اپنی تاریخ پیدائش صحیح طرح سے معلوم نہ تھی۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"میں اپنے سنِ پیدائش کے متعلق حتمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا البتہ اتنا معلوم ہے کہ والد ۵۱۴ھ میں فوت ہوئے تھے اور والدہ نے کہا تھا کہ تیری عمر اس وقت تقریباً تین سال تھی۔"

امام صاحب کے اس بیان کی رو سے آپ کی تاریخ ولادت ۵۱۰ھ راجح قرار پاتی ہے، آپ کی جائے پیدائش بغداد ہے۔بچپن ہی میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور اپنی والدہ اور چچا کے زیر شفقت بڑے ناز ونعم میں پرورش پائی۔کیونکہ آپ کا خاندان کافی حد تک خوش حال اور دولت دنیا سے بہرہ مند تھا۔اپنے متعلق فرماتے ہیں:

"میں نے بڑے ناز ونعم میں پرورش پائی تھی۔"

آپ بڑے خوش خوراک اور خوش لباس تھے۔عمدہ کھانا کھاتے اور خوبصورت لباس زیب تن کرتے اور اپنی صحت کا خوب خیال رکھتے تھے۔اور ایسی چیزوں کا استعمال کرتے جو دماغی طاقت کیلئے مفید اور ذکاوت ولطافت کیلئے سودمند ہوتیں۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ابن جوزی کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ابھی آپ تو خیز ذہن بچے تھے کہ اپنے آپ میں منہمک رہتے، کسی سے نہ ملتے، جس چیز میں شبہ ہوتا اسے ہرگز نہ کھاتے۔ نماز جمعہ کے سوا اپنے گھر سے نہ نکلتے تھے۔ اور نہ ہی بچوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔''

اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں مکتب میں چھ سال کا بچہ ہونے کے باوجود کافی بلند ہمت واقع ہوا تھا۔ بڑی عمر کے طلبا میرے ہم سبق تھے، مجھے بچپن ہی میں اللہ نے ذہانت کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں راستہ میں کبھی بھی بچوں کے ساتھ کھیلا ہوں۔ یا زور سے ہنسا ہوں، ابھی میری عمر کوئی سات سال ہوگی کہ میں جامع مسجد کے سامنے میدان میں چلا جایا کرتا تھا، وہاں محدِّث کے درس میں شریک ہوتا، اور جو کچھ ان سے سنتا زبانی یاد کر لیتا۔ دوسرے لڑکے دجلہ کے کنارے چلے جاتے اور دجلہ کے پل پر مداری کا تماشا دیکھتے اور میں کوئی کتاب لے کر لوگوں سے الگ تھلگ کسی جگہ بیٹھ جاتا اور مطالعہ میں مشغول ہو جاتا۔''

تحصیل علم اور اساتذہ

جب ہوش سنبھالی تو چچا نے مشہور محدث ابوالفضل ابن ناصر السلامی کے پاس مسجد میں چھوڑ دیا۔ وہ ان کے ماموں بھی تھے، لہٰذا اہتمام سے پڑھاتے۔ ان سے حدیث کا سماع کیا، متعدد قرائے کرام سے قرآن کریم حفظ کیا اور تجوید وقراءت کی تعلیم حاصل کی اور شیوخِ حدیث سے حدیث کی سماعت کی اور بڑے اہتمام اور محنت سے حدیث کا علم حاصل کیا۔

انہوں نے ۵۱۶ھ اور ایک قول کے مطابق ۵۲۰ھ میں سماع حدیث کا آغاز کیا۔

اور درج ذیل اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے: ابوالحسین، علی بن عبدالواحد الدینوری، حسین بن محمد البارع، ابوالسادات احمد بن احمد المتوکلی، ابوسعد اسماعیل بن ابی صالح المؤذن، ابوالحسن علی بن الزاغونی الفقیہ، ابو غالب بن البنا اور ان کے بھائی یحییٰ، ابوبکر محمد بن حسین، وھبۃ اللہ بن الطبری، ابو غالب محمد بن حسین الماردی، خطیبِ اصفہان ابو

قاسم عبداللہ بن الراوی، ابوالسعو داحمد بن الحلی، ابومنصور عبدالرحمٰن بن محمد القزاز، علی بن احمد الموحد، ابوالقاسم بن السمر قندی، ابن ناصراور ابوالوقت۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب: مشیخة ابن جوزی میں اپنے ۸۶ اساتذہ کے حالات زندگی بیان کیے ہیں جن میں تین خواتین بھی شامل ہیں، اساتذہ کی اتنی تعداد ان کے ذوق علم اور وسعت علم کا اندازہ لگانے کیلئے کافی ہے۔

مقام ومرتبہ

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑے بڑے وزراء اور خلفاء کے درباروں تک رسائی حاصل تھی۔ ہر طرف ان کی شعلہ نواخطابت کا شہرہ تھا۔ خلفاء وسلاطین، وزراء اور اکابر علماان کی مجالسِ وعظ میں بڑے اہتمام سے شرکت کرتے، ہجوم کا یہ عالم ہوتا کہ ایک ایک وعظ میں ہزاروں لوگ شریک ہوتے۔

ان کے پوتے شمس الدین المظفر کا بیان ہے کہ میں نے آخری عمر میں انہیں منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا:

كَتَبْتُ بِإِصْبَعَيْ هَاتَيْنِ أَلْفَيْ مُجَلَّدٍ وَتَابَ عَلَى يَدِيْ مِائَةُ أَلْفٍ وَأَسْلَمَ عَلَى يَدِيْ عِشْرُوْنَ أَلْفَ يَهُوْدِيٍّ وَنَصْرَانِيٍّ۔

''میں نے اپنی ان انگلیوں سے دوہزار جلدیں لکھی ہیں۔ میرے ہاتھ پر ایک لاکھ لوگوں نے توبہ کی اور بیس ہزار یہودی اور عیسائی میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔''

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ جامع القصر، جامع رصافہ، جامع المنصور میں اور ان کے علاوہ باب بدر اور تربت ام خلیفہ کے مقام پر اپنی مجلس درس قائم کرتے تھے، ان کا معمول تھا کہ ہر ہفتے ایک قرآن کریم ختم کرتے تھے، اور اپنے گھر سے سوائے جمعہ اور درس کے نہ نکلتے۔

تصانیف

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ وتقریر کے اشتغال کے ساتھ تصنیف وتالیف کے

میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔

مشہور مؤرخ ابن خلکان ان کی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان کی کتب شمار سے باہر ہیں۔انہوں نے اپنے ہاتھ سے بہت زیادہ لکھا ہے۔"

ایک روایت کے مطابق ان کی تصانیف کی تعداد ایک سو پچاس (۱۵۰) تک پہنچتی ہے، اور ایک روایت کی رو سے آپ کی تصانیف تین سو کے قریب ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا احاطہ کرنا چاہیں تو اس کیلئے ایک ضخیم جلد بھی ناکافی ہے۔

لہٰذا یہاں صرف ان میں سے اہم ترین کتب کا تذکرہ کیا جائے گا جو کہ درج ذیل ہیں:

① تلقیح فهوم أهل الآثار فی مختصر السیر والأخبار

② الأذكياء وأخبارهم

③ مناقب عمر بن عبدالعزیز

④ روح الأرواح

⑤ شذور العقود فی تاریخ العهود

⑥ المدهش اس میں مصنف نے اپنے مواعظ اور نادر قسم کے واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔

⑦ المقيم المقعد، یہ کتاب عربی زبان کے دقیق مسائل پر مشتمل ہے۔

⑧ صولة العقل على الهوىٰ یہ اخلاقیات کے موضوع پر نہایت شاندار کتاب ہے۔

⑨ الناسخ والمنسوخ علم حدیث کے موضوع پر ہے۔

⑩ تلبیس ابلیس اس میں مصنف نے اس دور کے مسلمانوں کے تمام طبقات کی بے اعتدالیوں اور غلط فہمیوں کی نشاندہی کی ہے۔اور دکھایا ہے کہ شیطان نے کیسے کیسے دھوکوں سے اس امت کے عقائد، اعمال اور اخلاق میں رخنہ اندازی کی ہے۔

⑪ فنون الأفنان فی علوم القرآن

⑫ لقط المنافع طب وحکمت کے موضوع پر ایک عمدہ کتاب ہے۔

⑬ المنتظم فی تاریخ الملوك والأمم یہ کتاب ابتدائے اسلام سے لے کر ۵۷۴ھ تک کے واقعات وحالات اور ممتاز شخصیات کے تذکروں پر مشتمل ایک جامع تاریخ ہے۔

⑭ الذهب المسبوك في سير الملوك

⑮ عجائب البدائع

⑯ الحمقى والمغفلين

⑰ الوفاء في فضائل المصطفى

⑱ مناقب عمر بن الخطاب

⑲ مناقب أحمد بن حنبل

⑳ صيد الخاطر یہ اخلاقیات کے موضوع پر ایک شاندار کتاب ہے۔اس میں مصنف نے معاشرے کے مختلف طبقات اور خود اپنی ذات کے متعلق اپنے قلبی تاثرات، زندگی کے تجربات اور منتشر افکار و حوادثات کا تذکرہ کیا ہے۔

㉑ الباقونة یہ کتاب وعظ وخطابت کے موضوع پر ہے۔

㉒ المختار من أخبار المختار

㉓ مثير عزم الساكن الى أشرف الأساكن یہ مکہ اور مدینہ کی تاریخ پر مشتمل ایک عمدہ کتاب ہے۔

㉔ المجتبى من المجتنى یہ کتاب علوم کی انواع پر مشتمل ہے۔

㉕ مناقب بغداد

㉖ الضعفاء والمتروكين اس میں مصنف نے حدیث کے ضعیف اور متروک رجال کا تذکرہ کیا ہے۔

㉗ المنظوم والمنثور في مجالس الصدور

㉘ المنهل العذب یہ بھی علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کا مجموعہ ہے۔

㉙ غريب الحديث اس میں احادیث مبارکہ کے نادر الفاظ کی تشریح کی گئی ہے۔

㉚ تذكرة المبتدي وتذكرة المنتهي

㉛ ريّ الظمآن فيمن قال شعراً من الإماء

㉜ بحر الدموع یہ بھی مواعظ کا مجموع ہے (اور ہماری تحقیق کے مطابق زیر طبع ہے)

84523

33 المنعش
34 المصفّی باكف أهل الرسوخ فی الناسخ والمنسوخ
35 نزهة الأعين النواظر فی علم الوجوه والنظائر
36 الحدائق لأهل الحقائق
37 المنتخب فی النوب
38 أسماء الضعفاء والوضاعين اس میں حدیث کے رجال کا تذکرہ ہے۔
39 تبصرة الأخيار اس میں مصر کے دریائے نیل اور اس کی نہروں کا ذکر ہے۔
40 تقويم اللسان
41 جامع المسانيد والألقاب
42 الموضوعات یہ جھوٹی اور من گھڑت روایات کا مجموعہ ہے۔
43 زاد المسير فی علم التفسير
44 نتيجة الإحياء یہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب احیاء علوم الدین کا اختصار ہے۔
45 شرح مشكل الصحيحين
46 دفع شبهة التشبيه والرّد على المجسمة
47 مختصر المنتظم
48 برّ الوالدين یہی کتاب جو زیر ترجمہ ہے۔

وفات

امام موصوف کے پوتے ابوالمظفر فرماتے ہیں:

۱۷ رمضان المبارک ۵۹۷ھ بروز ہفتہ میرے دادا (ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ) نے معروف کرخی کے پڑوس میں واقع ام خلیفہ کی خانقاہ کے پاس وعظ کا آغاز کیا میں بھی موجود تھا۔ آخر میں آپ نے چند اشعار پڑھے، پھر مجلس وعظ برخاست ہوگئی۔ اور آپ منبر سے اتر آئے۔ اس کے بعد پانچ روز تک بیمار رہے اور شب جمعہ اور رمضان کی ۲۳ ویں رات مغرب اور عشاء کے درمیان اپنے گھر میں تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔
سحری کے وقت آپ کو غسل دیا گیا۔ بغداد میں ایک کہرام بپا تھا۔ پورا شہر امڈ آیا

تھا، بازار بند ہو گئے تھے، لوگوں کے جم غفیر میں جنازہ اٹھا۔ ہر طرف غم کے آثار اور گریہ کی آوازیں بلند تھیں۔ کثرت ازدحام اور جولائی کی سخت گرمی کی وجہ سے بعض لوگوں کو روزہ افطار کرنا پڑا۔ جب آپ کو قبر کی آغوش میں اتارا گیا تو نماز جمعہ کا وقت تھا۔ اور مؤذن اللہ اکبر کی صدا بلند کر رہا تھا۔ آپ کو باب حرب میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔ آپ نے تین بیٹے اور تین بیٹیاں سوگوار چھوڑیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی وسیع رحمتیں نازل فرمائے اور امت مسلمہ کو آپ کے علم سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

علامہ ابن جوزی کے تفصیلی حالات کیلئے درج ذیل کتب ملاحظہ ہوں: [1]

برّ الوالدین کی سرگزشت

یہ کتاب حجم میں چھوٹی ہونے کے باوجود اپنے موضوع پر انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں مصنف نے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کے متعلق احادیث و آثار کو نہایت خوبی کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔

مجھے اس کتاب کے تین قلمی مخطوطوں کا سراغ ملا اور میں نے اس کی تحقیق کے سلسلہ میں انہیں تین مخطوطات کو مدنظر رکھا ہے۔

ایک مخطوط دار الکتب المصریہ میں "رسالة فی برّ الوالدین" کے عنوان کے ساتھ رقم (۱۶۳) کے تحت موجود ہے۔

اور میں نے اپنی تحقیق میں زیادہ تر اسی مخطوطہ پر اعتماد کیا ہے۔

دوسرا نسخہ مخطوطات دار الکتب الخدیویہ رقم (۵۵۳) کے تحت موجود ہے۔

تیسرا نسخہ مکتبہ العمومیہ، دمشق میں رقم [۳۵۴/۲۵] کے تحت کتاب البر والصلة کے عنوان سے موجود ہے۔

طرزِ تحقیق

اس سلسلہ میں میں نے یہ کام کیا ہے کہ دار الکتب المصریہ کے قلمی نسخہ کو نقل (Edit)

---

[1] وفيات الأعيان ۱/ ۲۷۹، البداية والنهاية ۱۳/ ۲۸، الأعلام ۳/ ۳۱۷، مفتاح السعادة ۱/ ۲۰۷، دائرة المعارف الاسلامية، مرأة الزمان ۸/ ۳۸۱، الكامل ۱۰/ ۲۲۸۔

کرنے کے بعد دیگر دونوں نسخوں کے ساتھ اس کا تقابل کیا ہے جس میں متن کی تصحیح کا خاص اہتمام کرتے ہوئے کتاب کو ہر قسم کے شائبہ سے پاک کر دیا گیا ہے۔

احادیث مبارکہ اور آثار کا اصل مصادر سے مقابلہ کر کے غلطیوں کی اصلاح کر دی گئی ہے، اور ان کی تخریج کرتے ہوئے اصل مراجع کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔

نیز آیاتِ قرآنیہ کے حوالے بھی ذکر کر دیے ہیں۔

میں نے کتاب کا مقدمہ بھی لکھا ہے، جس میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی اہمیت اور قرآن وسنت میں اس کی تاکید کے متعلق ایک مختصر علمی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مصنف کے مختصر حالاتِ زندگی رقم کیے ہیں، جس میں ان کی کچھ تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ مصنف کی اس کاوش کو قبول فرمائے، اسے عالم اسلام کے لیے نفع بخش بنا دے اور وہ اپنے راستہ میں اپنی عقل وفہم اور قلم کے ساتھ جہاد کرنے والے ہر مسلمان کا حامی وناصر ہو۔ آمین۔

محمد عبدالقادر احمد عطاء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَبِهٖ نَسْتَعِيْنُ رَبِّ يَسِّرْ

تمہید

از: الشیخ الامام العلامہ، جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن الجوزی۔

سب تعریف اللہ کو سزاوار ہے، جس نے نیکی کا حکم دیا اور نافرمانی سے روکا اور درود و سلام الصادق المصدوق پیغمبر سیدنا حضرت محمد ﷺ پر۔ آپ ﷺ کی آل پر اور آپ ﷺ کے ماننے والوں پر اس دن تک جب ہر ذی روح کو اس کے تمام حقوق پورے پورے دے دیے جائیں گے۔

امابعد!

میں نے دیکھا کہ آج ہمارے نوجوان والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کو قابل التفات ہی نہیں سمجھتے اور نہ ہی اسے دین کا کوئی لازمی تقاضا خیال کرتے ہیں۔ ماں باپ کے سامنے یوں چیخ چیخ کر بولتے ہیں گویا ان کے نزدیک والدین کی اطاعت وفرمانبرداری کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ آج کا نوجوان ان تمام رشتہ داریوں کو توڑ رہا ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جوڑنے کا حکم دیا تھا اور انہیں توڑنے سے سختی کے ساتھ روکا تھا۔

فقراء، جن کی وجہ سے انہیں رزق عطا کیا جاتا ہے، کے ساتھ غمخواری ان کے ہاں قصۂ پارینہ بن گئی ہے۔ گویا ان کے ہاں یہ کوئی ثواب کا کام نہیں ہے۔ بھلائی کے کاموں سے وہ اس طرح کنارہ کش ہو گئے ہیں گویا عقل و شریعت کی نظر میں وہ اب بھلائی نہیں رہے، حالانکہ عقلِ انسانی نے ان تمام اخلاقِ عالیہ پر انتہائی زور دیا ہے اور شریعت میں ان امور کی جزا اور سزا کو انتہائی پرزور انداز سے بیان کیا گیا ہے۔

نوجوان نسل کی اس اخلاقی پستی، خصوصاً والدین کے ساتھ گھٹیا سلوک کو دیکھ کر یہ احساس پیدا ہوا کہ اس موضوع پر ایک کتاب کی تالیف وقت کی اہم ضرورت ہے۔ شاید کہ غفلت میں پڑے ہوئے انسانوں کو کچھ ہوش آ جائے اور عقل منداس سے کوئی نصیحت حاصل کرے۔ میں نے اسے فصول اور ابواب کی صورت میں ترتیب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والدین کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کی فرضیت پر عقلی دلائل

ہر عقلمند انسان اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ ایک محسن کا حق اس پر کیا ہے؟ اور اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد انسان کے سب سے بڑے محسن اس کے والدین ہیں۔ دوران حمل ماں کتنی ہی مشقتوں اور پریشان کن مراحل سے گزرتی ہے۔ اور بوقتِ زچگی موت وحیات کے جس جاں گزار مرحلہ سے گزرتی ہے، اس میں یقیناً اس کا کوئی شریک غم نہیں ہے اور اس کے بعد بچے کی تربیت کے مختلف مراحل کی مشقتیں بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ ماں بچے کی خاطر رات کی نیند قربان کرتی ہے، اپنی خواہشات کا گلہ گھونٹ کر اولاد کی خواہشیں پوری کرتی ہے اور ہر حال میں اسے اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہے۔ باپ کا احسان بھی اولاد پر کم نہیں ہے۔ وہی بچے کے وجود میں آنے کا سبب بنتا ہے، پھر اسے اپنی محبت و شفقت کا سایہ فراہم کرتا ہے، پھر اپنے خون پسینے کی کمائی سے اس کی پرورش وتربیت کا ساز و سامان کرتا ہے۔

ہر عقل منداپنے محسن کا حق پہچانتا اور اس کے احسان کا بدلہ دینے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ منعم ومحسن کے احسانات کو فراموش کر دینا رذیل اور ذلیل ترین حرکت ہے۔ اس شخص سے بڑھ کر کمینہ انسان کوئی نہیں ہوسکتا جو محسن کے حق کا انکار کرتے ہوئے اس کے احسان کا بُرا بدلہ دے۔ پھر اس سے بڑھ کر ذلیل اور کمینہ انسان کون ہوگا جو والدین کی قربانیوں اور جاں فشانیوں کو بھول جائے۔ کوئی والدین کے ساتھ کتنا ہی حسنِ سلوک کرے ان کی شکر گزاری کا حق ادا نہیں کرسکتا۔

زرعہ بن ابراہیم کا بیان ہے کہ ایک شخص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کی کہ میری والدہ اب بوڑھی ہوگئی ہے اور کسی کام کے قابل نہیں رہی میں اسے اپنی کمر پر اٹھا کر اس کی ضروریات پوری کرتا ہوں تو کیا میں اس طرح اس کی خدمت کا حق ادا کرسکوں گا؟ فرمایا: نہیں۔ کہنے لگا: کیا میں اسے اپنی کمر پر نہیں اٹھاتا؟ کیا میں نے اپنے آپ کو اس کی خدمت کے لیے وقف نہیں کردیا؟ فرمایا: یہ تو تیری ماں بھی تیرے لیے کرتی رہی ہے۔ حالانکہ وہ

تجھے اپنے سے جدا کرنا پسند نہیں کرتی تھی اور تو اسے جلد از جلد کمر سے اتارنے کا متمنی ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہی واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنی والدہ کو کمر پر سوار کیے خانہ کعبہ کا طواف کروا رہا تھا، اور ساتھ ساتھ یہ شعر بھی کہہ رہا تھا:

أحمل أمي وهي الحمالة

ترضعني الدرة والعلالة

''میں نے اپنی ماں کو اٹھایا اس طرح کہ وہ مجھ پر سوار ہے۔ وہ مجھے بچپن میں بار بار دودھ پلایا کرتی تھی۔''

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَلْآنَ أَكُوْنُ أَدْرَكْتُ أُمِّيْ ، فَوَلَّيْتُ مِنْهَا مِثْلَ مَا وَلَّيْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمَرِ النَّعِمِ۔

''آج اگر مجھے میری والدہ مل جائے پھر میں اس کی اس طرح خدمت کروں جیسے تو نے کی ہے۔ تو یہ میرے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے۔''

ایک یمنی شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مخاطب ہو کر کہا: میں اپنی ماں کو خراسان سے اپنے کندھوں پر اٹھا کر لایا ہوں اور اسے بیت اللہ کا حج کروایا ہے۔ آپ کے خیال میں کیا میں نے والدہ (کے احسانات) کا بدلہ چکا دیا ہے؟ فرمایا: لَا ، وَلَا طَلْقَةً مِنْ طَلَقَاتِهَا ''نہیں، وہ دکھ جو اس نے تیری ولادت پر اٹھائے تو ان میں سے ایک درد کا بھی حق ادا نہیں کر سکا۔''

ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان زندگی کے کسی دور میں بھی والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے۔

2 والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور صلہ رحمی کا قرآنی حکم

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ

عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۝ ﴾ [1]

”تیرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان کے ساتھ احترام سے بات کرو اور ہر حال میں رحمت و محبت کے ساتھ ان کے سامنے اطاعت و فرمانبرداری کے بازو جھکا کر رکھو اور یہ دعا کیا کرو کہ پروردگار! ان پر رحم فرما، جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ بچپن میں مجھے پالا تھا۔“

امام ابوبکر بن الانباری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

یہاں ﴿ وَقَضٰی ﴾ سے مراد کوئی عام حکم نہیں ہے فیصلہ نہیں بلکہ یہ امر اور فرضیت کے معنیٰ میں ہے کیونکہ ”قضی“ کا لغوی معنیٰ ہے کسی معاملہ کے متعلق حتمی اور قطعی فیصلہ کرنا اور ﴿ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے ساتھ نیکی اور احترام کا برتاؤ کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ والدین کے سامنے اپنا کپڑا بھی مت جھاڑو کہ کہیں ان تک گرد و غبار نہ پہنچ جائے۔

﴿ فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ ﴾ ”اف“ کے معنیٰ کے متعلق علمائے لغت کی پانچ آراء ہیں:

① امام خلیل بن احمد نے اس کا معنیٰ ”ناخن کی میل“ بیان کیا ہے۔

② امام اصمعی کے نزدیک اس کا معنیٰ ”کان کی میل“ کے ہیں۔

③ امام ثعلب رحمۃ اللہ علیہ اس کا معنیٰ ”ناخن کا تراشہ“ بیان کرتے ہیں۔

④ ابن الانباری نے ذکر کیا ہے کہ لفظ ”اُفٍ“ الأَفَفْ سے ماخوذ ہے، جس کا معنیٰ کسی چیز کو حقیر اور ذلیل سمجھنا کے ہیں، کیونکہ لفظ ”الأفف“ عربوں کے نزدیک حقیر چیز کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

[1] ۱۷/ الاسراء: ۲۳۔۲۴۔

⑤ ابن فارسی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے مراد وہ لکڑی اور سرکنڈا ہے جو زمین سے کچھ بلند ہو۔

میں نے اپنے استاد، لغت کے بہت بڑے عالم ابومنصور سے الأف کے معنی تعفن اور بدبو کے پڑھے ہیں اور اصل میں یہ لفظ اپنے اوپر گرنے والی مٹی وغیرہ کو پھونک سے اڑانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔'

اور ﴿ وَلَا تَنْهَرْهُمَا ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے سامنے کبیدہ خاطر ہو کر اور چیخ کر بات نہ کرو۔

اور عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اس سے مراد یہ ہے کہ ان پر اپنے ہاتھ مت جھٹکو ﴿ وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ جس قدر ہو سکے نرم اور احسن انداز سے بات کرو۔'' بقول سعید بن مسیب: ''ایسے، جیسے مجرم غلام اپنے سخت گیر آقا کے سامنے بات کرتا ہے۔''

﴿ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ ﴾ کا معنی یہ ہے کہ اپنی رحمت و محبت کے بازوؤں میں انہیں چھپا لو۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے والدین کا حق ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ ﴾

''میرا اور اپنے والدین کا شکر گزار بن۔''

3 والدین کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت و فرضیت کے متعلق سنت سے دلائل

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

((لَا تَعُقَّ وَالِدَيْكَ وَإِنْ أَمَرَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ)) [1]

''اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا۔ اگر چہ وہ تجھے تیرے اہل اور دنیوی مال و منال سے دستبردار ہونے کا حکم بھی دیں تو ان کے حکم سے سرتابی نہ کرنا۔''

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میری ایک بیوی تھی جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ لہٰذا مجھے اس کو طلاق دینے کا حکم دے دیا۔ میں نے طلاق دینے سے انکار کیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر دی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (بلا کر) فرمایا:

---

[1] مذکورہ الفاظ مسند احمد کی ایک طویل حدیث کا حصہ ہیں۔ مکمل حدیث یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے درج ذیل دس باتوں کی وصیت فرمائی: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، اگر چہ تیرے ٹکڑے کر دیے جائیں یا تجھے جلا دیا جائے (۲) اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا خواہ وہ تجھے تیرے اہل اور دنیوی مال ومنال سے دستبردار ہونے کا حکم بھی دیں (۳) فرضی نماز جان بوجھ کر مت چھوڑنا، جو کوئی دیدہ و دانستہ فرض نماز ترک کرتا ہے، اس سے (حفاظتِ شرعی) کی ذمہ داری ختم ہوگئی (اب اسلامی حکومت اسے قرار واقعی سزا دے سکتی ہے) (۴) شراب مت پینا کہ یہ ہر برائی کی جڑ ہے۔ (۵) معصیت سے بچتے رہنا کہ معصیت کے ارتکاب سے اللہ ناراض ہو جاتا ہے۔ (۶) دیکھو میدان جنگ سے بھاگنے کی کوشش نہ کرنا، اگر چہ تمہارے سب ساتھی ہلاک ہو جائیں (۷) اگر لوگ کسی وبا کی وجہ سے مرنے لگیں اور تو بھی وہاں موجود ہو تو وہاں سے مت نکل (۸) اور اپنی استطاعت کے مطابق اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے رہو۔ (۹) اور ہاں ان سے اپنا عصائے ادب (تربیتی لاٹھی) اٹھا نہ لینا۔ (۱۰) نیز ان کو ہر وقت اللہ کا خوف دلاتے رہو کیونکہ یہی در حقیقت اصلاح کی اصل بنیاد ہے۔ مسند احمد: ۵/ ۲۳۸؛ الدر المنثور: ۱/ ۲۹۷؛ إتحاف السادة المتقين للزبيدي: ۶/ ۳۹۲۔ امام منذری رحمۃ اللہ علیہ نے الترغیب میں اس حدیث کو مسند احمد اور معجم طبرانی کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے: مسند احمد کی یہ سند اگر انقطاع سے محفوظ ہوتی تو صحیح تھی چونکہ عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر کا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے، لہٰذا ضعیف ہے۔

((أَطِعْ أَبَاكَ)) [1] ”اپنے باپ کی بات مان لو۔“

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَعْصِ وَالِدَيْكَ وَإِنْ أَمَرَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ دُنْيَاكَ فَاخْرُجْ مِنْهَا)) [2]

”اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا اور اگر وہ تجھے تیرے دنیوی مال ومنال سے الگ ہونے کا حکم دیں تو اپنے مال سے الگ ہو جاؤ۔“

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بِرُّوْا آبَاءَ كُمْ تَبَرُّ كُمْ أَبْنَاءُ كُمْ)) [3]

”تم اپنے والدین سے حسنِ سلوک کرو پھر تمہاری اولاد تمہارے ساتھ نیک سلوک کرے گی۔“

زید بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

”اللہ تبارک وتعالیٰ میرے بارے میں تجھ سے راضی نہیں ہے، تبھی تو اس نے (قرآن کریم میں) میرے ذریعے تجھ کو وصیت کی ہے اور تیرے بارے میں وہ مجھ سے راضی ہے، تبھی تو اس نے تیرے ذریعے مجھے کوئی نصیحت نہیں کی۔“

والدین کی خدمت جہاد اور ہجرت پر مقدم ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

---

[1] ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: يَا عَبْدَ اللهِ طَلِّقِ امْرَأَتَكَ ”عبداللہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔“ سنن اربعہ کے علاوہ یہ حدیث مسند احمد: ۲/ ۲۰، ۴۲، ۵۳، ۱۵۷، ۱۶۴، ۲۰۷؛ الموطا رقم: ۷۸؛ مستدرك حاکم: ۲/ ۱۹۷؛ السلسة الصحیحه: ۹۱۹ وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ طلاق کے معاملہ میں والدین کی اطاعت بلاشرط نہیں ہے، ہاں البتہ ان کا یہ حکم اگر کسی دینی یا اخلاقی مصلحت کی بنا پر ہو تو اس پر عمل ضروری ہے (مترجم)

[2] امام ابن عبدالبر نے التمہید میں اس حدیث کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:
((أَطِعْ وَالِدَيْكَ وَإِنْ أَمَرَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ دُنْيَاكَ فَافْعَلْ)) ”اپنے والدین کی اطاعت کرنا اگر وہ تجھے تیرے مال سے الگ ہونے کا حکم دیں تو بھی ان کا حکم مان لے۔“ التمهيد، ابن عبدالبر: ٤/ ٢٢٩؛ إتحاف السادة المتقين، الدرالمنثور: ١/ ٣٩٨۔

[3] مجمع الزوائد: ۸/ ۱۳۸؛ الجامع الصغير: ۳۱۳۸، ۳۱۳۹؛ الموضوعات لا بن الجوزی: ۳/ ۸۵، ۱۰۷؛ السلسلة الضعيفة: ۳۰۳۹۔

حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے جہاد کی اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟'' کہا، ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ)) ❶

''جاؤ، ان کی خدمت میں محنت کرو۔'' (تمہارا یہی جہاد ہے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوا اور کہا (اے پیغمبر ﷺ!) میں ہجرت پر آپ ﷺ کی بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں اور اپنے والدین کو روتے چھوڑ آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَأَضْحِكْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا)) ❷

''واپس جاؤ اور جیسے ان کو رلایا ہے ویسے جا کر ان کو ہنساؤ اور خوش کرو۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ منورہ آ گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا

---

❶ مسند احمد: ۲/ ۱۶۵؛ صحیح البخاری، باب الجهاد باذن الوالدین؛ صحیح مسلم کتاب البر والصلة اور مسند ابی یعلی میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ہے:
اے اللہ کے رسول! میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کے ساتھ مل کر اللہ کے راستہ میں جہاد کروں، اس سے میں اللہ کی خوشنودی اور دار آخرت کا متمنی ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تیرے والدین (ماں باپ) دونوں زندہ ہیں؟'' (اس نے ہاں میں جواب دیا) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((فَارْجِعْ فَبِرَّهُمَا)) ''جاؤ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔'' یہ سن کر وہ جہاں سے آیا تھا واپس پلٹ گیا۔

❷ صحیح سنن أبی داود از البانی رقم: ۲۵۲۸؛ صحیح الترغیب والترهیب للالبانی: ۲/ ۳۳۶، رقم: ۲۴۸۱۔
اس سے مراد نفلی جہاد ہے۔ جیسا کہ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:
''جب جہاد نفلی ہو تو والدین کی اجازت کے بغیر جہاد کے لیے نکلنا جائز نہیں ہے، لیکن جب جہاد فرض عین ہو جائے تو اس صورت میں ان کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر والدین نکلنے سے منع کریں تو ان کی بات نہ مانی جائے اور جہاد کے لیے نکلا جائے لیکن جہاد فرض عین اور فرض کفایہ کا یہ فرق اس وقت ہے جب والدین مسلمان ہوں اگر والدین کافر ہوں تو تب ان کی اجازت کی ضرورت نہیں خواہ جہاد فرض عین ہو یا فرضِ کفایہ اور اس صورت میں ان کی اطاعت اللہ کی نافرمانی اور کفار کی مدد کے مترادف ہوگی۔ کیونکہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کی اطاعت ان امور میں ہے جس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو۔''

یمن میں تیرے والدین زندہ ہیں؟ کہا، ہاں۔ پوچھا: کیا ان سے اجازت لے کر آئے ہو؟ کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِرْجِعْ إِلَى أَبَوَيْكَ فَاسْتَأْذِنْهُمَا فَإِنْ أَذِنَا لَكَ وَإِلَّا فَبِرَّهُمَا)) [1]

''اپنے والدین کے پاس واپس جاؤ اور ان سے اجازت طلب کرو، اگر اجازت دیں (تو آجا) ورنہ ان کی خدمت بجالاؤ۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت آئی، اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ وہ جہاد کے لیے نکلنا چاہتا تھا، لیکن اس کی ماں اسے روک رہی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے بیٹے کو مخاطب کر کے فرمایا:

((أَقِمْ عِنْدَهَا فَإِنَّ لَكَ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ الَّذِي تُرِيدُ)) [2]

''اپنی ماں کے پاس رہو، تجھے یقیناً وہ اجر مل جائے گا جس کا تو خواہش مند ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جہاد کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] مسند احمد بن حنبل ۳/ ۷٦، مجمع الزوائد: ۸/ ۱۰۸۔

امام منذری رحمہ اللہ نے کہا: اس روایت میں دراج ابوالسمح المصری ضعیف ہے۔ لیکن امام ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ الشیخ البانی رحمہ اللہ ارواء الغلیل میں فرماتے ہیں: ''امام ذہبی رحمہ اللہ کے بقول اس میں دراج واقعی ضعیف ہے، لیکن دیگر تمام طرق کی رو سے یہ حدیث صحیح ہے۔ یہی حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنن ابی داود وغیرہ میں ان الفاظ کے ساتھ ہے: ''کہ ایک یمنی شخص ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گیا نبی ﷺ نے اس سے پوچھا: ''یمن میں تمہارا کون ہے؟'' کہا: ماں اور باپ، فرمایا: ''ان کی اجازت سے آئے ہو؟'' کہا نہیں۔ فرمایا: ''جاؤ اگر اجازت دیں تو جہاد کے لیے آ جانا اور اگر اجازت نہ دیں تو ان کی خدمت بجالانا۔'' یہ حدیث صحیح ہے۔ دیکھیے:

صحیح سنن أبی داود از البانی: رقم ۲۵۳۰؛ صحیح ابن حبان ۲/ ۳۳٤؛ باب حق الوالدین، صحیح الترغیب و الترهیب از البانی: ۲/ ۳۲۷، رقم ۲٤۸۲۔

[2] امام ابن الجوزی رحمہ اللہ اس حدیث کو العلل المتناهية ۲/ ۳۱ میں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''یہ حدیث صحیح نہیں، کیونکہ اس کے ایک راوی رشدین کے متعلق امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ اور امام یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ روایتِ حدیث میں یہ کچھ بھی نہیں ہے، اور ابن حبان کے بقول یہ نا قابل احتجاج ہے۔''

((هَلْ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ حَيٌّ)) [1]

''کیا تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟''

اس نے کہا: ہاں، میری ماں زندہ ہے۔ فرمایا ''فَانْطَلِقْ فَبِرْهَا'' ''جا، اس کی خدمت کر۔'' وہ واپس جانے کے لیے اپنی سواری کا رکاب کھولنے لگا تو نبی ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ رِضَى الرَّبِّ عَزَّوَجَلَّ فِيْ رِضَى الْوَالِدَيْنِ))

''رب ذوالجلال کی خوشی والدین کی خوشی میں ہے۔''

والدین کی خدمت واطاعت ایک افضل ترین عمل

ابو عمرو شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ ہمیں اس گھر والے (یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے بیان فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا، اللہ کو کونسا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا'' میں نے عرض کی: اس کے بعد کونسا؟ تو فرمایا: ''ماں باپ سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا۔'' میں نے عرض کیا: پھر کونسا؟ فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔'' [2]

[1] مسند احمد: ۲/ ۱۷۹، سنن سعید بن منصور: ۲۳۳۳، ابو یعلی نے اس حدیث کو اپنی مسند میں تھوڑے سے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے، امام ترمذی اور امام حاکم نے بھی اسے بیان کیا ہے، اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے شرط مسلم پر اسے صحیح کہا ہے۔ امام بزار نے اسے اپنی مسند میں ابن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے، اور امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس میں عصمہ بن محمد متروک ہے۔

[2] صحیح البخاری: باب ۵، ۴۸؛ کتاب المواقیت: رقم ۵۲۷، ۵۹۷؛ صحیح مسلم کتاب الایمان، رقم: ۸۵ اس میں أَيُّ الْعَمَلِ کی بجائے أَيُّ الْأَعْمَالِ کے لفظ ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ بھی بیان کیا ہے، کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے سوال کیا: سب سے افضل عمل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز'' کہا: پھر کونسا؟ فرمایا: ''نماز'' عرض کی: پھر کونسا؟ فرمایا: ''نماز'' تینوں مرتبہ یہی جواب دیا، جب اسے یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: (اس کے بعد) اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ آدمی نے عرض کی: تو میرے والدین بھی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تجھے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہوں'' اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے! میں والدین کو چھوڑ کر جہاد کروں گا، نبی ﷺ نے فرمایا: ''تو بہتر جانتا ہے۔''

والدین کے ساتھ حسن سلوک عمر میں برکت کا موجب ہے

سہل اپنے باپ حضرت معاذ (بن انس رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ بَرَّ وَالِدَيْهِ طُوبَى لَهُ وَزَادَ اللَّهُ فِي عُمُرِهِ)) [1]

''جو شخص اپنے والدین کی خدمت کرتا ہے، وہ بڑا ہی خوش بخت ہے، اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں اضافہ کر دیتا ہے۔''

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَا ابْنَ آدَمَ! بَرَّ وَالِدَيْكَ، وَصِلْ رَحِمَكَ، يُيَسَّرْ لَكَ أَمْرُكَ وَيُمَدُّ لَكَ فِي عُمُرِكَ، وَأَطِعْ رَبَّكَ تُسَمَّى عَاقِلًا، وَلَا تَعْصِهِ تُسَمَّى جَاهِلًا)) [2]

''اے آدم کے بیٹے! اپنے والدین کی خدمت کر، ان سے صلہ رحمی کر، اللہ تیرے کام آسان کر دے گا اور تیری عمر میں اضافہ فرمائے گا اور اپنے رب کی اطاعت کر کہ تجھے عقل مند کہا جائے اور اس کی نافرمانی مت کر کہ تجھے جاہل کہا جائے۔''

سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] الأدب المفرد:٢٢؛ مجمع الزوائد:٨/ ١٣٧؛ المستدرك:٤/ ١٥٤۔
اس روایت کے تمام طرق میں ایک راوی زبان بن فائد ضعیف ہے۔
امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
((احاديثه مناكير، يتفرد عن سهل بن معاذ بنسخة كأنها موضوعة ولا يحتج به))
البتہ امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے، اور امام ذہبی نے اس حکم کو برقرار رکھا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ روایت ضعیف ہے، امام البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے: ضعيف الجامع الصغير از البانی رحمہ اللہ، رقم: ٥٥٠٢۔

[2] موارد الظمآن:٢٠٢١؛ مسند الحارث، باب ماجاء في العقل:٢/ ٣٤٨؛ ضعيف الجامع الصغير از البانی رحمہ اللہ رقم:٤٩، موضوع۔

((لَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ)) [1]

"(والدین کے ساتھ) حسنِ سلوک عمر میں اضافہ کا موجب ہے۔"

اس طرح کی روایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ أَحَبَّ أَنْ یَمُدَّ اللّٰهُ فِي عُمُرِهِ وَیَزِیْدُ فِي رِزْقِهِ فَلْیَبَرَّ وَالِدَیْهِ وَلْیَصِلْ رَحِمَهُ)) [2]

"جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی عمر بڑھ جائے، اس کے رزق میں اضافہ ہو جائے، اسے چاہیے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کرے۔"

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا طریقہ

والدین کے ساتھ برّ (حسنِ سلوک) کا مطلب یہ ہے کہ معصیت الٰہی کے علاوہ ان کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے، ان کے حکم کو نفل عبادت پر مقدم کیا جائے۔ جس کام سے منع کریں، اس سے اجتناب کرے۔ ان پر خرچ کرے، ان کی خواہشات اور جذبات کا خیال رکھے۔ ان کی خدمت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دے۔ نظریں جھکائے ہوئے ادب سے بات کرے۔ ان کے ساتھ بے باکی کا مظاہرہ نہ کرے۔ ان کے سامنے اونچا نہ بولے۔ انہیں آنکھیں نہ نکالے نہ انہیں نام لے کر بلائے۔ ان کے پیچھے چلے۔ اگر ان سے کوئی ناپسندیدہ کام سرزد ہو جائے تو اس پر صبر کرے یہ ہیں وہ "مظاہر برّ" جس کی اسلام میں تلقین ہے۔

---

[1] مسند احمد: ۳/ ۵۰۲؛ صحیح سنن ابن ماجه: ۴۰۲۲؛ صحیح الجامع الصغیر: ۱۶۸۷، حسن۔

[2] مسند احمد: ۵/ ۲۷۹، ۳/ ۲۲۹۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ہے۔ ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ یُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَأَنْ یُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْیَصِلْ رَحِمَهُ)) بخاری، کتاب البیوع، باب، من أحب البسط فی الرزق۔

"جو شخص یہ پسند کرے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر لمبی ہو تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرلے۔"

اور صحیح مسلم میں من احب کی جگہ من سرّہ کے الفاظ ہیں صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها۔

طلق بن علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((لَوْ أَدْرَكْتُ وَالِدَيَّ أَوْ أَحَدَهُمَا وَقَدِافْتَتَحْتُ الصَّلٰوةَ فَقَرَأْتُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ، فَقَالَ :يَا مُحَمَّدُ! لَقُلْتُ لَبَّيْكَ)) [1]

''اگر آج میرے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک زندہ ہوتا اور میں نماز شروع کرتا پھر سورۃ الفاتحہ بھی پڑھ لیتا اور ادھر میرے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک مجھے آواز دیتا: اے محمد (ﷺ) تو میں ان کی آواز پر لبیک کہتا اور ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔''

ابوغسان ضبی کے متعلق آتا ہے کہ ایک دفعہ وہ اپنے باپ کے ساتھ ایک کھلے میدان میں چل رہے تھے، وہ آگے اور باپ پیچھے تھا۔ راستہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی انہوں نے ابوغسان سے پوچھا یہ کون ہے جو تیرے پیچھے آ رہا ہے؟ انہوں نے کہا: میرا باپ ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تو نے حق کا دامن چھوڑ دیا ہے اور سنت کی خلاف ورزی کی ہے، اپنے باپ سے آگے مت چل بلکہ اس کے پیچھے یا دائیں طرف چل (باپ کے ساتھ کھانے کے دوران) ہڈی والی بوٹی مت پکڑ کہ شاید تیرا باپ اسے کھانا چاہتا ہو۔ اور اپنے باپ کو گھور کر مت دیکھ۔ وہ بیٹھ جائے تو پھر بیٹھ۔ وہ سو جائے تو تب سو۔'' [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو دیکھا پھر ان میں سے ایک کو کہا: یہ تیرے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا: یہ میرا باپ ہے۔ فرمایا:

---

[1] كنز العمال: ٤٥٥٠٠؛ الموضوعات لا بن الجوزي: ٣/ ٨٥ تفسير ابن كثير: ٦/ ٣٤١۔
یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے، لیکن صحیح بخاری میں حضرت جریج کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین میں سے کسی کے بلانے پر نفلی نماز توڑی جا سکتی ہے۔

[2] اسے امام طبرانی رحمہ اللہ نے معجم اوسط میں بیان کیا ہے اور امام ہیثمی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کے راوی ابوغسان اور ابو غانم کو میں نہیں جانتا البتہ اس کے باقی رجال ثقہ ہیں۔ اس حدیث کا اگلا حصہ یہ ہے کہ پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کیا تم عبداللہ بن خداش کو جانتے ہو؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جہنم میں اس کی ایک ران احد پہاڑ کے برابر اور اس کی داڑھ بیضاء پہاڑ کے برابر ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ کیوں؟ فرمایا: اس لیے کہ وہ والدین کا نافرمان تھا۔

لَا تُسَمِّهِ بِاسْمِهِ وَلَا تَمْشِ أَمَامَهُ وَلَا تَجْلِسْ قَبْلَهُ۔

"انہیں نام لے کر نہ پکارنا نہ ان کے آگے چلنا اور نہ ان سے پہلے بیٹھنا۔"

طیسلہ سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: میری والدہ زندہ ہے (میں ان کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟) تو انہوں نے فرمایا:

لَوْ أَلَنْتَ لَهَا الْكَلَامَ وَأَطْعَمْتَهَا الطَّعَامَ لَتَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مَا اجْتَنَبْتَ الْكَبَائِرَ ❶

"اگر تم ماں کے ساتھ محبت بھری شیریں گفتگو کرو، انہیں کھلاؤ پلاؤ تو ضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچو۔"

ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمانِ الٰہی ﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾ ❷ کا یہ مطلب بیان کیا کہ والدین جو چیز بھی پسند کریں انہیں اس سے مت روکو۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا مطلب پوچھا تو فرمایا:

أَنْ تَبْذُلَ لَهُمَا مَا مَلَكْتَ وَتُطِيْعَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ مَعْصِيَةً

"جس کا تو مالک ہے اسے والدین کے لیے خرچ کر دے۔ جب تک وہ معصیت کا حکم نہ دیں، ان کے ہر حکم کی اطاعت کر۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِبْكَاءُ الْوَالِدَيْنِ مِنَ الْعُقُوْقِ

"والدین کو رلانا بھی نافرمانی ہے۔"

سلام بن مسکین سے روایت ہے، کہتے ہیں: میں نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: "ایک آدمی اپنے والدین کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے؟ فرمایا: ٹھیک ہے وہ مان لیں تو بہتر اور اگر نہ مانیں تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دے (ان کے ساتھ سختی نہ کرے)۔"

عوام رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: میں نے امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: "ایک

---

❶ الأدب المفرد از امام بخاری: ۱/ ۱٤، رقم:۸۔ ❷ ۱۷/ الاسراء:۲٤۔

طرف مؤذن اذان کے لیے بلا رہا ہو اور دوسری طرف مجھے باپ کا بلاوا آجائے (تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟) فرمایا: ((أَجِبْ أَبَاكَ)) پہلے باپ کی بات سن۔"

ابن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِذَا دَعَاكَ أَبُوكَ وَأَنْتَ تُصَلِّي فَأَجِبْ

"تیرا باپ تجھے بلائے اور تو (نفل) نماز پڑھ رہا ہو تو باپ کی بات سن۔"

عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے امام وہب کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

فِي الْإِنْجِيلِ: رَأْسُ الْبِرِّ لِلْوَالِدَيْنِ أَنْ تُوَفِّرَ عَلَيْهِمَا أَمْوَالَهُمَا وَأَنْ تُطْعِمَهُمَا مِنْ مَالِكَ

"انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ والدین کے ساتھ نیکی کی بنیاد یہ ہے کہ تم انہیں اپنے مال میں سے کھلاؤ اور ان کا اپنا مال وافر مقدار میں ان کے پاس موجود رہے۔"

عبداللہ بن عون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَلنَّظَرُ إِلَى الْوَالِدَيْنِ عِبَادَةٌ

"والدین کو محبت بھری نظر سے دیکھنا بھی عبادت ہے۔"

حسنِ سلوک میں پہلا درجہ والدہ کا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: "تمہاری والدہ۔" اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: "تیری والدہ۔" اس نے پھر پوچھا: ان کے بعد کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا باپ۔" [1]

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة رقم الحديث ٥٩٧١ صحيح مسلم، كتاب البر و الصلة، باب بر الوالدين، رقم الحديث ٦٥٠٠۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں اس آدمی نے پوچھا: اچھے سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں پھر تمہارا باپ پھر جو تمہارے سب سے زیادہ قریب ہو۔ پھر جو تمہارے سب سے زیادہ قریب ہو۔" حقوق میں والدہ کو پہلا درجہ دینے اور باپ کے مقابلے میں ماں کا حق تین گناہ زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ باپ بھی اگرچہ بچے کی پرورش میں پوری محبت اور شفقت کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔ لیکن حمل، زچگی اور رضاعت کے جن پُر مشقت مراحل سے ماں کو گزرنا پڑتا ہے اس میں کوئی بھی اس کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ اور پھر عورت فطری طور پر نرم دل، کمزور اور زیادہ محتاج ہونے کی وجہ سے بھی حسنِ سلوک کی زیادہ مستحق ہے۔

مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ يُوْصِيكُمْ بِأُمَّهَاتِكُمْ، إِنَّ اللّٰهَ يُوْصِيكُمْ بِأُمَّهَاتِكُمْ، إِنَّ اللّٰهَ يُوْصِيكُمْ بِأُمَّهَاتِكُمْ، إِنَّ اللّٰهَ يُوْصِيكُمْ بِالْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ)) [1]

"اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ماؤں کے متعلق وصیت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ماؤں کے متعلق وصیت کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ماؤں کے متعلق وصیت کرتا ہے، پھر وہ تمہیں درجہ بدرجہ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی وصیت کرتا ہے۔"

خداش بن سلامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أُوْصِي الرَّجُلَ بِأُمِّهِ، أُوْصِي الرَّجُلَ بِأُمِّهِ، أُوْصِي الرَّجُلَ بِأُمِّهِ، أُوْصِي الرَّجُلَ بِأَبِيْهِ وَأُوْصِيهِ بِمَوْلَاهُ الَّذِي يَلِيْهِ)) [2]

"میں انسان کو اس کی والدہ کے متعلق (صلہ رحمی) کی وصیت کرتا ہوں۔ میں انسان کو اس کی والدہ کے متعلق (صلہ رحمی) کی وصیت کرتا ہوں، میں

---

[1] امام بخاری نے أدب المفرد رقم: ٦٠٠ میں اس روایت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:
((إِنَّ اللّٰهَ يُوْصِيكُمْ بِأُمَّهَاتِكُمْ، ثُمَّ يُوْصِيكُمْ بِأُمَّهَاتِكُمْ، ثُمَّ يُوْصِيكُمْ بِآبَائِكُمْ ثُمَّ يُوْصِيكُمْ بِالْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ)) بقیہ بن ولید کے سوا اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ جب وہ عنعنہ کے ساتھ روایت کرے تو مدلس ہے اور بقول امام نسائی جب وہ اخبرنا یا حدثنا کے ساتھ بیان کرے تو ثقہ ہے۔ حوالہ کے لیے دیکھئے: سنن ابن ماجه، كتاب الأدب، مسند احمد بن حنبل: ٤/ ١٣١-١٣٢؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٤/ ١٧٩؛ مجمع الزوائد: ٤/ ٣٠٢، ٨/ ٣١٩۔
اور مستدرک حاکم کی روایت میں اسماعیل بن عیاش ہے جس پر خود امام حاکم نے سوئے حفظ کا الزام عائد کیا ہے۔ اور امام ہیثمی اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیل بن عیاش کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ البتہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس بنا پر صحیح قرار دیا ہے کہ اسماعیل بن عیاش اس صورت میں ضعیف ہے جب اس کی روایت غیر شامیوں سے ہو لیکن اس کی یہ روایت شامیوں سے ہے، لہٰذا صحیح ہے۔ السلسلة الصحيحة: ٢/ ٤١٠، رقم: ١٦٦٦

[2] الكنى والأسماء للدولابي: ١/ ٣٧؛ ضعيف الجامع الصغير از البانی: ٢١٢٠؛ ارواء الغليل: ٣/ ٣٢٢ "ضعيف"

انسان کو اس کی والدہ کے متعلق (صلہ رحمی) کی وصیت کرتا ہوں۔ میں انسان کو اس کے والد کے متعلق وصیت کرتا ہوں اور میں انسان کو اس کے قریبی رشتہ دار کے متعلق وصیت کرتا ہوں۔"

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ امام مکحول رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اگر تیری ماں تجھے بلائے اور تو نماز پڑھ رہا ہو، تو اس کی بات سن اور اگر باپ بلائے تو اس کی بات نہ سن جب تک کہ تو نماز سے فارغ نہ ہو جائے۔" [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْأُمَّهَاتِ)) [2]

"جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔"

ابوعبدالرحمٰن السلمی سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا، میری ایک بیوی ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں لیکن میری ماں مجھے اس کو طلاق دینے کا حکم دیتی ہے تو انہوں نے فرمایا، نہ تو میں تجھے تیری بیوی کو طلاق دینے کا فتویٰ دیتا ہوں اور نہ والدہ کی نافرمانی کا کہتا ہوں لیکن میں تجھے ایک حدیث بتاتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الْوَالِدَةَ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَإِنْ شِئْتَ فَأَمْسِكْ وَإِنْ شِئْتَ فَدَعْ)) [3]

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة: ۲/ ۳۲۰؛ شعب الإيمان للبيهقي: ۱٦/ ۳۹٦۔

[2] تذكرة الموضوعات للفتني: ۲۰۲، سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۵۹۳۔
مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ تو یہ حدیث صحیح ثابت نہیں اس مفہوم کے الفاظ ایک دوسری سند کے ساتھ صحیح ثابت ہیں۔ جو آگے حدیث نمبر ۳۷ کے تحت ذکر ہوگی۔

[3] مسند احمد: ۵/ ۱۹٦، ٦/ ٤٤۵۔ امام منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہا: میری ایک بیوی ہے اور میری والدہ کا اصرار ہے کہ اسے طلاق دے دو۔ تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ ((الْوَالِدَةُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ أَوِ احْفَظْهُ)) "ماں جنت کا بہترین دروازہ ہے، اگر تو چاہے تو اس دروازے کو ضائع کر دے...... باقی حاشیہ اگلے صفحے پر

''بلاشبہ والدہ جنت کے دروازوں میں بہترین دروازہ ہے۔ اگر چاہے تو اسے پکڑے رکھ اور چاہے تو چھوڑ دے۔''

حضرت جاہمہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جہاد کی اجازت لینے کے لیے حاضر ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ((أَلَكَ وَالِدَةٌ)) ''کیا تیری والدہ زندہ ہے؟'' میں نے کہا: ہاں زندہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَالْزَمْهَا فَإِنَّ عِنْدَ رِجْلَيْهَا الْجَنَّةَ)) [1]

''ان کے پاس چلے جاؤ، بلاشبہ ان کے پاؤں میں جنت ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ قَبَّلَ عَيْنَيْ أُمِّهِ كَانَ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ)) [2]

''جو شخص (ازراہ تعظیم وشفقت) اپنی والدہ کی آنکھوں کو چومتا ہے، تو اس کا یہ چومنا روزِ قیامت اس کے اور جہنم کے درمیان رکاوٹ بن جائے گا۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا؟ جہاد کا شوق ہے مگر ہمت نہیں پڑتی۔ فرمایا:

((هَلْ بَقِيَ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ؟))

گزشتہ سے پیوستہ: یا اس کی حفاظت کر۔'' امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: سنن ترمذی کتاب البر، باب ماجاء من الفضل فی رضا، السلسلة الصحيحة: ٩١٥؛ صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٣٢٧، رقم: ٢٤٨٦، اور بعض روایات میں ((إِنَّ أُمِّي تَأْمُرُنِي لِطَلَاقِهَا)) کی بجائے یہ الفاظ ہیں۔ ((إِنَّ أَبِي لَمْ يَزَلْ بِي حَتَّى زَوَّجَنِي وَأَنَّهُ الْآنَ يَأْمُرُنِي لِطَلَاقِهَا)) ''کہ میرے باپ نے پہلے اصرار کر کے اس کے ساتھ میری شادی کی اور اب مجھے اس کو طلاق دینے کا حکم دیتا ہے۔'' صحيح ابن حبان: ٢/ ٣٤٠۔

[1] مسند احمد: ٢/ ٦٤، ٣/ ٤٢٩؛ مستدرك حاكم: ٤/ ١٥٥۔ امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ مزید دیکھیے: ارواء الغليل: ٥/ ٢١؛ ''صحيح''/ صحيح سنن نسائی: ٣١٠٤؛ حسن صحيح' صحيح الترغيب: ٢/ ٣٢٧۔

[2] یہ روایت بالاتفاق ضعیف اور موضوع ہے۔ علل الحديث لابن ابي حاتم: ٢، ٣٣١، ٢٥٧؛ تنزيه الشريعة لا بن عراق: ٢/ ٢٩٦؛ الموضوعات لابن الجوزی: ٣/ ٨٦۔

''کیا تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے۔''؟ کہا: میری ماں ہے۔

فرمایا:

((إِنَّ لِلَّهِ عَزَّوَجَلَّ عُذْرًا فِي بِرِّهَا فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ فَأَنْتَ حَاجٌّ وَمُعْتَمِرٌ وَمُجَاهِدٌ إِذَا رَضِيَتْ عَنْكَ أُمُّكَ فَاتَّقِ اللَّهَ وَبِرَّهَا)) [1]

''تم اپنی والدہ کی وجہ سے اللہ کے ہاں معذور ہو، اس کی خدمت کرو۔ اگر یہ کرلو تو گویا تم نے حج کرلیا، عمرہ کرلیا اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا، بشرطیکہ تیری ماں تجھ سے راضی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ماں کی خدمت کرو۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ رَجُلٍ يَنْظُرُ إِلَى أُمِّهِ نَظَرَ رَحْمَةٍ لَهَا، إِلَّا كَانَتْ لَهُ حَجَّةٌ مَقْبُولَةٌ مَبْرُورَةٌ))

''اگر کوئی شخص اپنی ماں کو ایک دفعہ شفقت و محبت بھری نظر سے دیکھ لے تو اس کے لیے ایک مقبول حج کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔''

کسی نے کہا، خواہ ایک دن میں سو بار دیکھے؟ فرمایا:

((وَإِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا فِي الْيَوْمِ مِائَةَ أَلْفِ مَرَّةٍ، فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ أَكْثَرُ وَأَطْيَبُ)) [2]

''خواہ دن میں لاکھ مرتبہ بھی دیکھے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر عطا

---

[1] مسند عراق:۲/ ۲۹۶؛ المعجم الصغیر للطبرانی:۱/ ۲۲۱؛ مجمع الزوائد:۸/ ۱۳۸؛ امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو مسند ابی یعلی اور طبرانی صغیر کے حوالہ سے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''میمون بن نجیح کے سوا، اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ اور میمون بن نجیح کو ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ السلسلۃ الضعیفۃ:۶/ ۲۳۳، رقم:۳۰۱؛ ضعیف الترغیب و الترھیب:۲/ ۷۳۔

[2] امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم صغیر میں اسے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: ((مَا مِنْ رَجُلٍ يَنْظُرُ إِلَى وَجْهِ وَالِدَيْهِ نَظَرَ رَحْمَةٍ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِهَا حَجَّةً مَقْبُولَةً مَبْرُورَةً)) ''جو شخص اپنے والدین کے چہرہ کو ایک دفعہ محبت بھری نظروں سے دیکھ لے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بدلہ میں ایک مقبول حج کا ثواب دیتے ہیں۔'' امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے امام رافعی کے حوالہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے شعب الایمان میں بیان کیا ہے۔ دیکھئے کنز العمال:۵۰۰۹؛ السلسلۃ الضعیفۃ:۷/ ۲۵۶، رقم:۳۲۹۸۔

کرنے والے اور بلند شان والے ہیں۔"

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کی: میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا، لیکن اس نے میرے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔ جب ایک دوسرے شخص نے اسے پیغام نکاح دیا تو وہ اس کے ساتھ نکاح کرنے پر آمادہ ہو گئی۔ میری غیرت نے گوارا نہ کیا اور میں نے اس عورت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بتایئے، میرے لیے توبہ کا کوئی راستہ ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا تیری والدہ زندہ ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو اور جس قدر ہو سکے تقرب الی اللہ کے اسباب فراہم کرو۔ (اس حدیث کے راوی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا: حضرت اس کی ماں کے زندہ ہونے کے متعلق آپ رضی اللہ عنہ نے کیوں پوچھا: فرمایا:

((إِنِّي لَا أَعْلَمُ عَمَلًا أَقْرَبَ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ بِرِّ الْوَالِدَةِ)) [1]

"مجھے نہیں معلوم کہ ماں کی خدمت اور اس سے حسنِ سلوک سے بڑھ کر بھی کوئی عمل اللہ عزوجل کے تقرب کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔"

ابونوفل سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری بربادی ہو، جان بوجھ کر قتل کیا ہے یا نادانستہ؟ کہا: نادانستہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ کہا: ہاں، پوچھا: کیا والدہ زندہ ہے؟ کہنے لگا: نہیں، میرا باپ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِنْطَلِقْ فَبِرَّهُ وَأَحْسِنْ إِلَيْهِ

"جاؤ اس کی خدمت کرو اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔"

جب وہ چلا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَوْكَانَتْ أُمُّهُ حَيَّةً فَبَرَّهَا وَأَحْسَنَ إِلَيْهَا رَجَوْتُ أَلَّا تُطْعِمَهُ النَّارُ أَبَدًا

[1] الأدب المفرد: ٤۔

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر اس کی والدہ زندہ ہوتی۔ پھر یہ اس کی خدمت اور اس سے حسنِ سلوک کرتا تو مجھے امید ہے کہ جہنم کی آگ اسے کبھی نہ پہنچتی۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

''واقعہ یہ ہوا کہ ایک شخص اپنے حوض میں پانی ڈال رہا تھا کہ ایک سوار آیا جو سخت پیاسا تھا۔ حوض کے مالک نے اسے کہا: آپ بھی پانی پی لیں اور اپنی سواری کو بھی پلائیں۔ وہ اپنی اونٹنی سے نیچے اترا اور پانی کے قریب ہی اسے باندھ دیا۔ اونٹنی نے پانی دیکھا تو وہ حوض کے اوپر آ گئی اور اس کا پانی توڑ دیا۔ یہ دیکھ کر حوض کا مالک اٹھا، تلوار پکڑی اور اس آدمی کو قتل کر دیا۔ پھر (احساسِ جرم نے اسے پریشان کیا) تو وہ وہاں سے نکل پڑا یہ پوچھنے کے لیے کہ اب وہ کیا کرے؟ راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی (ان سے اپنا واقعہ بیان کیا) اور پوچھا: (کیا اس کے لیے اب نجات کی کوئی صورت ہے؟) لیکن سب نے اسے مایوس کیا (کہ تیرے لیے نجات کی کوئی صورت نہیں) تو نے بلاوجہ ایک بے گناہ کو قتل کر دیا ہے۔) آخر کار وہ ان (صحابہ رضی اللہ عنہم) میں سے ایک آدمی کے پاس آیا (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس) انہوں نے پوچھا: کیا اب تم اسے اسی طرح روانہ کر سکتے ہو جس طرح تم اسے وہاں لائے تھے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا: پھر زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان پر چڑھنے کے لیے کوئی سیڑھی فراہم کر لو۔ کہنے لگا نہیں کر سکتا۔ فرمایا: یہ کر سکتے ہو کہ ہمیشہ زندہ رہو اور موت کو روک لو؟ وہ آدمی (مایوس ہو کر) اٹھا اور وہاں سے چل دیا۔ چند قدم ہی چلا تھا کہ انہوں نے (ابن عباس رضی اللہ عنہما) نے پوچھا: کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا: ہاں، والدہ زندہ ہے فرمایا: اس کی خدمت کر، اس کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آ۔ اگر پھر بھی جہنم میں چلا گیا تو پھر گویا اللہ کی رحمت نے تیرے ساتھ یاوری نہیں کی۔ اللہ نے تجھے اپنی رحمت سے دور کرنا تھا، سو کر دیا۔''

حضرت حسن فرماتے ہیں:

لِلْوَالِدَةِ الثُّلُثَانِ مِنَ الْبِرِّ وَلِلْوَالِدِ الثُّلُثُ

''والدہ کے لیے خدمت اور حسنِ سلوک کا دو تہائی حصہ اور والد کے لیے ایک تہائی۔''

یعقوب العجلی کہتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: اگر میری والدہ مجھے رات کو بارش کی وجہ سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے روک دے (تو میرے لیے کیا حکم ہے؟) فرمایا: تو اس کی اطاعت کر۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر ایک آدمی پر اس کی ماں یہ قسم ڈال دے کہ وہ فرض کے علاوہ کوئی نماز نہیں پڑھے گا اور رمضان کے علاوہ کوئی روزہ نہیں رکھے گا۔ تو اسے چاہیے کہ ماں کی بات مان لے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کو اس کا باپ قسم ڈال دے کہ تم نے یہ کام کرنا ہے لیکن والدہ اس کے برعکس قسم ڈال دے کہ تم نے یہ کام نہیں کرنا تو وہ کس کی بات مانے؟ فرمایا: اپنی والدہ کی بات پر عمل کر لے۔

رفاعہ بن ایاس کہتے ہیں میں نے حارس العکلی کو اس کی ماں کے جنازہ میں روتے ہوئے دیکھا۔ کسی نے کہا: آپ بھی روئے جا رہے ہیں؟ کہا کیوں نہ روؤں، میرے لیے جنت کا ایک دروازہ بند ہو گیا ہے۔

رفاعہ بن ایاس کا بیان ہے، کہ جب ایاس بن معاویہ کی والدہ فوت ہوئیں تو وہ رونے لگے، کسی نے کہا: کیوں روتے ہو؟ کہنے لگے: میرے لیے جنت کے دو دروازے کھلے تھے، اب ایک دروازہ بند ہو گیا ہے۔

کعب بن علقمہ سے روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:

يَا رَبِّ أَوْصِنِي قَالَ: أُوْصِيْتُكَ بِأُمِّكَ فَإِنَّهَا حَمَلَتْكَ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ

''اے میرے پروردگار! مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ فرمایا: میں تجھے والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ اس نے کمزوری پر کمزوری اٹھا کر تجھے پیٹ میں رکھا۔ پوچھا: پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: پھر اپنی والدہ کے

ساتھ اور پھر اپنے والد کے ساتھ۔''

ہشام بن حسن کہتے ہیں:

''میں نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: ادھر میں قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرتا ہوں اور ادھر میری والدہ رات کھانے کے لیے میرا انتظار کرتی ہے؟ تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم پہلے اپنی ماں کے ساتھ رات کا کھانا کھاؤ، اس سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ یہ میرے نزدیک نفلی حج سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔''

حسن بن عمرو کہتے ہیں میں نے بشر بن حارث کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

أَلْوَلَدُ بِالْقُرْبِ مِنْ أُمِّهِ حَيْثُ تَسْمَعُ أَفْضَلُ مِنَ الَّذِيْ يَضْرِبُ بِسَيْفِهِ فِي سَبِيْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ وَالنَّظْرُ إِلَيْهَا أَفْضَلُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

''وہ بیٹا جو اپنی والدہ کے اتنا قریب ہو، جہاں سے وہ اس کی بات سن سکے، اس شخص سے افضل ہے جو اللہ کے راستے میں تلوار زنی کرتا ہے۔ اور ماں کو نظرِ شفقت سے دیکھنا دنیا کی ہر چیز سے زیادہ بہتر ہے۔''

ابو حازم نے عمارہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ کو فرماتے ہوئے سنا:

وَيْحَكَ! أَمَا شَعَرْتَ أَنَّ نَظَرَتَكَ إِلَى وَالِدَتِكَ عِبَادَةٌ فَكَيْفَ الْبِرُّ بِهَا

''تیرا برا ہو! کیا تجھے نہیں معلوم کہ اپنی والدہ کی زیارت کرنا بھی عبادت ہے تو پھر ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کی خدمت کا کیا مقام ہوگا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((لَا يَجْزِیْ وَلَدٌ وَالِدَيْهِ إِلَّا أَنْ يَجِدَهُمَا مَمْلُوْكَيْنِ فَيَشْتَرِيَهُمَا فَيُعْتِقَهُمَا)) [1]

---

[1] سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب: ۱۳۰؛ سنن ترمذی: ۱۹۰۶؛ صحیح، مسلم کتاب العتق، بناب فضل عتق الوالد؛ صحیح مسلم میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں ((لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدًا إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوْكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ)) ''کوئی اولاد اپنے والد کے احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتی مگر یہ کہ وہ اپنے باپ کو غلام پائے اور اسے خرید کر آزاد کردے۔'' (مترجم)۔

”کوئی اولاد اپنے والدین کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتی مگر اس صورت میں کہ وہ اپنے والدین کو کسی کا غلام پائے اور انہیں خرید کر آزاد کر دے۔“

شیخ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیٹا اگر اپنے غلام باپ کو خرید لے تو محض خریدنے سے ہی آزاد ہو جائے مگر پھر بیٹے کو زبان سے آزادی کے الفاظ بھی ادا کرنا چاہیے۔ امام داؤد ظاہری کے سوا تمام علما کا یہی مذہب ہے۔

چنانچہ اس حدیث کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ ہے کہ نبی ﷺ نے باپ کی طرف آزادی کی نسبت اس لیے کی ہے کہ وہ اس کے خریدنے سے ہی ثابت ہو جاتی ہے اور دوسرا معنی بہت دقیق ہے، وہ یہ ہے کہ جس طرح یہ تصور محال ہے کہ بیٹا اپنے باپ کو آزاد کرے، کیونکہ وہ اس کو خریدنے سے ہی آزاد ہو گیا ہے، اس طرح یہ تصور بھی ناممکن ہے کہ کوئی اولاد اپنے باپ کے احسانات کا بدلہ دے سکے۔ حدیث کی یہ تعبیر قرآن کی اس آیت کی طرح ہے:

﴿وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ [1]

”وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر جائے۔“

یعنی ان کا جنت میں جانا اتنا ہی محال اور ناممکن ہے، جس طرح سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزر جانا۔

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا اجر و ثواب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تین آدمی سفر کر رہے تھے کہ انہیں راستہ میں بارش نے آ لیا۔ انہوں نے (بارش سے بچنے کے لیے) پہاڑ کے ایک غار میں پناہ لی۔ اسی حال میں اوپر سے ایک چٹان گری اور اس سے غار کا منہ بند ہو گیا۔ یہ منظر دیکھ کر وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: اپنے اپنے بہترین عمل کو یاد کرو اور اس کا واسطہ دے کر اللہ سے دعا کرو، شاید کہ وہ تمہیں اس مصیبت سے نجات عطا

[1] ۷/ الاعراف: ۴۰۔

کر دے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! میرے بوڑھے والدین تھے اوران کے ساتھ بیوی اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ میں ان کو پالنے کے لیے بکریاں چرایا کرتا تھا۔ جب میں شام کو بکریاں لے کر گھر آتا تو سب سے پہلے اپنے بوڑھے والدین کو ان کا دودھ پلاتا۔ ایک روز جب میں دیر سے گھر پہنچا تو ماں اور باپ دونوں سو چکے تھے۔ میں نے روز کی طرح برتن صاف کیا۔ پھر اس میں دودھ دھویا اور دودھ والا برتن پکڑ کر اپنے والدین کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ میرے چھوٹے بچے میرے پاؤں میں بلک بلک کر رو رہے تھے، لیکن میں نے ماں باپ سے پہلے انہیں دودھ دینا پسند نہ کیا اور نہ ہی والدین کو جگانا مناسب سمجھا۔ اے اللہ میں اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اے اللہ! اگر تو سمجھتا ہے کہ میں نے یہ عمل تجھے خوش کرنے کے لیے کیا تھا۔ تو اس پتھر کو ہٹا دے کہ ہم آسمان کا نظارہ کر سکیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے وہ پتھر اس قدر ہٹا دیا کہ وہ آسمان کو دیکھ سکیں۔ اس کے بعد باقی دو افراد نے بھی جب اپنا اپنا بہترین عمل یاد کر کے اللہ سے دعا کی تو وہ پتھر غار کے منہ سے ہٹ گیا اور اللہ نے انہیں اس مصیبت سے نجات دے دی۔“ [1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”میں نے نیند میں دیکھا کہ ایک شخص جنت میں قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں (فرشتوں) نے کہا: یہ حارثہ بن نعمان ہے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كَذَٰلِكَ الْبِرُّ، فَكَانَ أَبَرَّ النَّاسِ بِأُمِّهِ)) [2]

”یہ ہوتی ہے نیکی، وہ شخص اپنی والدہ کی سب سے بڑھ کر خدمت کیا کرتا تھا۔“

---

[1] صحیح بخاری: ٤/ ٢١٠؛ صحیح مسلم، رقم: ٢٠٩٩؛ مسند احمد: ٢/ ١٤٤۔

[2] مستدرک حاکم: ١٨/ ٨٧؛ الموسوعة الحديثية مسند احمد: ٤٢/ ١١ (اسنادہ صحیح) مسند احمد میں ”كذلك البر“ کے الفاظ دو دفعہ ہیں۔

امام مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اشعریوں کا ایک وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم میں کوئی وجرہ نامی خاتون بھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی مشرک ماں کی خدمت کے باعث جنت میں داخل فرما دیا ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ اس کے قبیلہ پر کسی دوسرے قبیلہ نے شب خون مارا۔ اس خاتون نے اپنی ماں کو اٹھایا اور شدید گرمی میں ننگے پاؤں بھاگ کھڑی ہوئی۔ جب پاؤں جلتے تو بیٹھ جاتی اور والدہ کو اپنی گود میں بٹھا لیتی اور دھوپ سے اس پر سایہ کرتی۔ کچھ دیر ستانے کے بعد ماں کو اٹھا کر پھر چل پڑتی۔

عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((رَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِي جَاءَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ لِيَقْبِضَ رُوْحَهُ فَجَاءَهُ بِرُّهُ بِوَالِدَيْهِ فَرَدَّهُ عَنْهُ)) [1]

"میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ جب فرشتہ اس کی روح قبض کرنے کے لیے اس کے پاس آیا تو والدین کے ساتھ اس کی نیکی فرشتے کے پاس آئی اور اسے اس آدمی سے ٹال دیا۔"

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پہاڑ پر چڑھے۔ ہم نے نیچے ایک وادی پر جھانکا، وہاں میں

---

[1] امام ابن جوزی نے اس حدیث کو العلل المتناهية میں دو سندوں سے بیان کیا ہے۔ اور فرمایا ہے: یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ پہلی سند میں ہلال ابوجبلہ مجہول ہے اور اس سند میں فرج بن فضالہ کے متعلق ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ سند کو الٹ پلٹ کر دیتا اور ضعیف متون کو صحیح سندوں میں ملا دیتا تھا، لہٰذا اس حدیث کو دلیل بنانا درست نہیں اور جہاں تک دوسری سند کا تعلق ہے تو اس میں موجود راوی علی بن زید کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ ليس بشيء اور ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ وہم کا شکار تھا، اور غلطیاں کرتا تھا۔ لہٰذا یہ مستحق ہے کہ اس سے حدیث نہ لی جائے۔ اور اس سند کے دوسرے راوی خالد بن مخلد بن عبدالواحد کے متعلق ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ سخت منکر الحدیث ہے۔ اور ایسی منکر روایات بیان کرتا ہے، جو ثقہ راویوں کی احادیث کے مخالف ہیں۔ حوالہ کے لیے دیکھئے: تاریخ اصبهان از ابن نعيم: ٢/ ٣٣٢؛ الوابل الصيب: ٧١١؛ المجروحين، ابن حبان: ٣/ ٤٤؛ ميزان الاعتدال: ٤/ ٨٣؛ العلل المتناهية از ابن جوزی: ٢/ ٢٠٩۔

نے ایک نوجوان دیکھا جس کی جوانی میرے لئے ایک عجوبۂ روزگار تھی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیسا خوبصورت کڑیل جوان ہے، کاش! اس کی یہ جوانی اللہ کے راستے میں صرف ہوتی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا عُمَرُ! فَلَعَلَّهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأَنْتَ لَا تَشْعُرُ))

''اے عمر! کیا پتہ اس کی جوانی اللہ کے راستے میں صرف ہو رہی ہو اور تمہیں معلوم نہ ہو۔''

پھر نبی ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

((يَا شَابُّ! هَلْ لَكَ مَنْ تَعُولُ))

''اے نوجوان! کیا تیرے کوئی زیر کفالت ہے؟''

اس نے کہا: ہاں، پوچھا، کون؟ اس نے کہا: میری والدہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِلْزِمْهَا فَإِنَّ عِنْدَ رِجْلَيْهَا الْجَنَّةَ)) [1]

''اس کی خدمت میں لگا رہ، اس کے پاؤں میں جنت ہے۔''

مورق عجلی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((هَلْ تَعْلَمُونَ نَفَقَةً أَفْضَلُ مِنْ نَفَقَةٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَعَالَى)) [2]

''کیا تمہیں وہ جگہ معلوم ہے جہاں خرچ کرنا اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے زیادہ بہتر ہے؟''

صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((نَفَقَةُ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدَيْنِ أَفْضَلُ))

''اولاد کا اپنے والدین پر خرچ کرنا اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے بہتر ہے۔''

---

[1] مسند البزار، معجم الأوسط للطبرانی ان دونوں کی سندوں میں ایک راوی رباح بن عمر ہے، جسے امام حاتم نے ثقہ اور باقی سب ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ البتہ اس حدیث کے دیگر رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں۔ کنز العمال: رقم: ١١٧٦٠، ٤/٦٠٧۔

[2] مورق عجلی سے مورق بن شمرج بن عبداللہ العجلی ابوالمعتمر الدھری ہیں جو نہایت پرہیزگار اور ثقہ آدمی تھے۔ ١٠٠ھ کے بعد فوت ہوئے۔ ان کے تفصیلی حالات تہذیب التہذیب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

حد سے زیادہ والدین کی خدمت کرنے والے خوش نصیب لوگ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابی ایسے تھے کہ ماں کی خدمت کرنے میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ ایک عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور دوسرے حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ، جہاں تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو ان کا بیان ہے کہ

مَا قَدَرْتُ أَنْ أَتَأَمَّلَ أُمِّي مُنْذُ أَسْلَمْتُ

''میں جب سے مسلمان ہوا ہوں ماں کو نظر بھر کر دیکھنے کی جرأت نہیں پاتا۔''

اور حارثہ رضی اللہ عنہ اپنی ماں کے سر سے جوئیں صاف کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے تھے۔ ماں جو حکم دیتی تو کبھی اس سے دوبارہ استفسار نہ کرتے تھے بلکہ باہر نکلتے اور گھر میں موجود کسی فرد کو بلا کر پوچھتے کہ میری ماں نے کیا کہا تھا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ جب وہ اپنے گھر سے نکلنے کا ارادہ کرتے تو اپنی ماں کے دروازہ پر کھڑے ہو کر عرض کرتے:

''اے ماں! تجھ پر سلامتی اور اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو ماں جواب میں فرماتی: اے بیٹے تجھ پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو۔ وہ عرض کرتے: اللہ آپ پر رحم فرمائے جس طرح بچپن میں آپ مجھ پر شفقت کرتی تھیں۔ تو وہ جواب دیتیں: اللہ آپ پر رحم فرمائے جس طرح تو نے بڑھاپے میں میری خدمت کی، داخل ہوتے تو بھی اور جب واپس گھر جاتے تو بھی یہی طرز عمل اختیار کرتے۔

ابو امامہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ بینائی سے محروم ہو گئی تھیں۔ انہوں نے خود کو اس کام پر مامور کیا تھا کہ وہ اپنی والدہ کو بازوؤں میں اٹھا لیتے اور جہاں والدہ نے جانا ہوتا وہاں جا کر اتارتے۔

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب کھجور کے ایک درخت کی قیمت ہزار درہم تک پہنچ گئی تھی تو میں نے کھجور کے درخت کو اس کے گودے (قلب) سے اکھاڑ دیا۔ لوگوں نے کہا: تو نے گودے کی خاطر ہزار درہم کے درخت کو بانجھ کر دیا ہے، حالانکہ اس گودے کی قیمت دو درہم ہے۔ تو میں نے جواب دیا: ''میری ماں کو اس کی ضرورت تھی، اگر وہ مجھ سے

اور مانگتی تو اسی طرح لا کر دیتا۔"

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ابن حنفیہ اپنی ماں کا سر "خطمی" بوٹی کے ساتھ دھویا کرتے تھے۔ اسے کنگھی کرتے اور اسے خضاب لگاتے۔

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حسن بن علی اپنی ماں کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے، حالانکہ وہ اپنی ماں کی بہت زیادہ خدمت کرتے تھے، ان سے ماں کے ساتھ کھانا نہ کھانے کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا

"مجھے ڈر ہے کہ میں ان کے ساتھ کھانا کھاؤں تو کہیں غلطی میں وہ لقمہ نہ اٹھا لوں جس پر پہلے میری ماں کی نظر پڑ گئی ہو۔ اور اس کی پاداش میں کہیں میں والدہ کا نافرمان نہ ٹھہروں۔"

اور ایک اور روایت میں الفاظ ہیں کہ

"مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرا ہاتھ ماں کے ہاتھ سے سبقت نہ لے جائے۔"

اسماعیل بن عون بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی محمد بن سیرین کے پاس آیا دیکھا کہ والدہ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں (چہرہ کا رنگ بدلا ہوا ہے) محمد کو کیا ہوا، بیمار ہیں؟ لوگوں نے کہا: نہیں، ماں کے سامنے ان کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔

ہشام کا بیان ہے کہ حفصہ اپنے بیٹے ہذیل کے لیے رحمت کی دعا کیا کرتی تھیں۔ وہ اپنے بیٹے کی خدمت گزاری کا ذکر کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں، کہ وہ سخت گرمی کے موسم میں بانس اکٹھے کرنے کے لیے جایا کرتا، اسے صاف کرتا اور پھر دھوپ میں خشک کر لیتا، تا کہ جلاتے ہوئے دھواں نہ ہو۔ چنانچہ جب سردیوں کا موسم شروع ہوتا تو وہ آ کر میرے پیچھے بیٹھ جاتا۔ میں نماز پڑھنے میں مشغول ہوتی، وہ ہلکی سی آگ جلاتا تا کہ مجھے اتنی حرارت ملے، جو باعث تکلیف نہ ہو اور اس کا دھواں مجھے پریشان نہ کرے۔

میں کہتی: "بیٹا رات ہو گئی ہے، اب اہل وعیال کے پاس چلے جاؤ۔"

کہتا: "میں اپنے گھر والوں کی ضروریات کو زیادہ جانتا ہوں۔" میں چپ ہو جاتی، اور وہ بسا اوقات اسی طرح ساری رات میری خدمت میں گزار دیتا۔ وہ صبح کے وقت مجھے

دودھ بھیجتا۔ میں اُسے کہتی: بیٹا تمہیں پتہ ہے کہ میں دن کو دودھ نہیں پیتی، وہ کہتا: ''ماں بہترین دودھ وہ ہے، جس نے رات تھنوں میں گزاری ہو، لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ کسی دوسرے کو آپ پر فوقیت دوں، تم کسی اور کو دینا چاہتی ہو تو خود دے دو۔''

پھر ہذیل اللہ کو پیارا ہو گیا۔ مجھ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، میں مسلسل اس کے غم کی کسک اپنے سینے میں محسوس کرتی رہی۔ میری زندگی کا سکون غارت ہو چکا تھا۔ ایک رات میں نماز کے لیے اُٹھی، سورۃ النحل کی تلاوت شروع کی، جب اس آیت پر پہنچی:

> ''جو کچھ تمہارے پاس ہے، وہ خرچ ہو جانے والا ہے، اور جو اللہ کے پاس ہے، وہ باقی رہ جانے والا ہے اور ہم ضرور صبر کرنے والوں کو ان کا اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق دیں گے۔'' [1]

انس بن نضر اشجعی سے روایت ہے کہ ایک رات عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی والدہ نے ان سے پانی مانگا۔ وہ پانی لینے گئے، جب واپس آئے تو ماں نیند کی آغوش میں جا چکی تھی (انہوں نے جگانا مناسب نہ سمجھا) اور پانی لے کر اس کے سرہانے کھڑے ہو گئے اور صبح تک اسی طرح کھڑے رہے۔

ظبیان بن علی الثوری ماں کے بہت زیادہ خدمت گزار تھے۔ ان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک رات ان کی والدہ اس حالت میں سوئی کہ وہ ان پر ناراض تھی۔ وہ والدہ کے پاس کھڑے رہے، نہ انہیں جگانا پسند کیا اور نہ وہاں سے اٹھنا مناسب سمجھا۔ جب کھڑے کھڑے تھک گئے تو اپنے دو غلاموں کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے اور صبح والدہ کے بیدار ہونے تک اسی حالت میں کھڑے رہے۔

ان کے بارے میں آتا ہے کہ ایک دفعہ اپنی والدہ کے ساتھ مکہ کا سفر کر رہے تھے۔ جس دن زیادہ گرمی ہوتی، تو زمین میں گڑھا کھودتے، اس میں چٹائی بچھا کر اس میں پانی ڈال دیتے۔ پھر اپنی والدہ سے کہتے ہیں: اس میں داخل ہو جائیں اور اس پانی سے ٹھنڈک حاصل کریں۔

محمد بن عمر سے روایت ہے کہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی زناد اپنی والدہ کے انتہائی

---

[1] ١٦/ النحل:٩٦

خدمت گزار تھے۔اور اس کے والد جب آواز دیتے: ''اے محمد!'' تو وہ جواب دینے کی بجائے بھاگ کر فوراً والد کی خدمت میں حاضر ہو جاتے، والد کوئی کام کہتے تو بعض دفعہ بات سمجھ نہ آتی تو ہیبت کے مارے دوبارہ استفسار نہ کرتے، بلکہ ساتھ والے سے پوچھتے کہ ابا جی کیا کہتے ہیں؟

عون بن عبداللہ کے متعلق آتا ہے۔کہ ایک دفعہ ماں نے آواز دی جواب میں آواز ماں کی آواز سے ذرا اونچی ہوگئی۔(تو اس کے ازالے کے طور پر) انہوں نے دو غلام آزاد کر دیے۔

بکر بن عباسؒ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ بعض دفعہ میں منصور کے ساتھ ان کی مجلس میں بیٹھا ہوتا، اس کی ماں اسے چیخ کر بلاتی، وہ بڑی تندخو اور سخت مزاج عورت تھی۔وہ اسے کہتیں: اے منصور! ابن ہبیرہ تجھے چیف جسٹس بنانا چاہتا ہے، اور تم انکار کرتے ہو؟ منصور اپنا سر پیچھے جھکا دیتا، اور ماں کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتا۔

سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص سفر سے واپس گھر آیا۔اتفاق سے اس وقت اس کی ماں کھڑی نماز پڑھ رہی تھی۔اس نے اس بات کو ناپسند جانا کہ وہ بیٹھ جائے اور اس کی ماں کھڑی ہو۔ماں نے بھی اس کا مقصد بھانپ لیا، اور نماز لمبی کر دی تا کہ اسے زیادہ ثواب ملے۔

عمر بن زر کے متعلق ہمیں یہ بات پہنچی کہ جب ان کا بیٹا فوت ہوا، تو ان سے کسی نے پوچھا: اس کا تیرے ساتھ سلوک کیسا تھا؟ کہا: ''اگر وہ دن کے وقت میرے ساتھ ہوتا تو ہمیشہ پیچھے چلتا اور رات کے وقت میرے ساتھ ہوتا تو ہمیشہ آگے چلتا اور کبھی ایسے نہیں ہوا کہ وہ مجھ سے اونچی جگہ پر سویا ہو۔''

معلیٰ بن اوب کا بیان ہے کہ میں نے خلیفہ مامون کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے فضل بن یحییٰ برمکی سے بڑھ کر اپنے باپ کا خدمت گزار کوئی نہیں دیکھا۔باپ کے ساتھ اس کے حسن سلوک کا یہ حال تھا کہ جب باپ بیٹا جیل میں بند تھے تو اس کا باپ یحییٰ ہمیشہ گرم پانی سے وضو کیا کرتا تھا۔ہوا یہ کہ جیل کے داروغہ نے جیل کے اندر ایندھن لے جانے سے منع کر دیا۔وہ سخت سردی کی رات تھی، جب اس کا باپ یحییٰ بستر پر لیٹ گیا۔تو اس نے

پانی والا برتن پکڑا اور اسے پانی سے بھرا اور چراغ کے قریب کر دیا۔ وہ ساری رات برتن کو ہاتھ میں پکڑ کر کھڑا رہا تاکہ صبح اس کا باپ گرم پانی سے وضو کر سکے۔

جیل کے داروغہ کو پتہ چل گیا کہ یہ چراغ کے ساتھ پانی گرم کر کے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے، تو اس نے رات کو چراغ جلانے سے بھی روک دیا۔ پھر کیا ہوا کہ فضل نے پانی سے بھرا ہوا برتن رات کو اپنے ساتھ بستر میں رکھ لیا۔ اور اسے اپنی آغوش میں لے کر لیٹ گیا تاکہ پانی زیادہ ٹھنڈا نہ ہونے پائے۔

کعب احبار کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل کے تین آدمی ایک جگہ اکٹھے ہوئے اور کہنے لگے: آؤ اپنے اپنے سب سے بڑے گناہ کو یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: میرا سب سے بڑا گناہ، جو مجھے یاد ہے، وہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں یہ قانون تھا کہ جب ہم میں سے کسی کے کپڑے پیشاب سے آلودہ ہو جاتے تو اس کپڑے کو کاٹ دیا جاتا۔ میرے کپڑے بھی ایک دفعہ پیشاب سے آلودہ ہو گئے تو میں نے اسے کاٹ تو دیا، لیکن پوری طرح آلودہ کپڑے کو کاٹ نہ سکا، یہ سب سے بڑا گناہ ہے جو مجھ سے سرزد ہوا۔

دوسرے شخص نے کہا: میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ جا رہا تھا۔ راستے میں ایک درخت آیا، میں اس درخت کی آڑ لے کر اچانک اس کے سامنے آیا تو وہ گھبرا گیا، اور کہنے لگا۔ ''اللہ ہی ہمارا فیصلہ کرے گا'' یہ سب سے بڑا گناہ جو مجھ سے سرزد ہوا۔

تیسرا بولا: ایک دفعہ والدہ نے مجھے آواز دی۔ میں نے اسے جواب دیا۔ مگر ہوا کا رخ چونکہ اس کی مخالف سمت تھا، لہٰذا وہ میری آواز سن نہ سکی۔ وہ شدید غصّے میں میرے پاس آئیں اور مجھے پتھر مارنے شروع کر دیے۔ میں نے لاٹھی لی کہ ماں کے ہاتھ میں تھما کر اس کے قدموں میں بیٹھ جاؤں اور وہ مجھے لاٹھی کے ساتھ مارے۔ لیکن وہ میرے ہاتھ میں لاٹھی دیکھ کر اس قدر خوفزدہ ہوئی کہ اس کا چہرہ ایک درخت سے ٹکرا گیا۔ جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ یہ سب سے بڑا گناہ ہے جو مجھ سے سرزد ہوا۔

والدین کی نافرمانی، ایک سخت گناہ

ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کبیرہ گناہوں کا تذکرہ ہوا (کہ کون کون سے ہیں؟) تو آپ ﷺ نے ان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا'' اس وقت آپ ﷺ ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا: ''سنو! جھوٹی گواہی دینا'' (یہ بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔) اس بات کو آپ ﷺ نے اتنی دفعہ فرمایا کہ ہم نے دل میں کہا کہ کاش آپ خاموش ہو جائیں۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ سے کسی نے سوال کیا: کبیرہ گناہ کون کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا، کسی کو (ناحق) قتل کرنا اور جھوٹی قسم اٹھانا۔'' (الحدیث)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((أَلْكَبَائِرُ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ)) [2]

''چند بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا، والدین کی

[1] صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب: عقوق الوالدین من الکبائر: رقم ۵۹۷۶ ۔ صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب بیان الکبائر واکبرھا، مسند احمد، سنن ترمذی، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن اُنیس کے حوالہ سے ان الفاظ میں ذکر ہوئی ہے: إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ، الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ وَمَا حَلَفَ حَالِفٌ بِاللّٰهِ يَمِينَ صَبْرٍ فَأَدْخَلَ فِيهَا مِثْلَ جَنَاحِ بَعُوضَةٍ إِلَّا جُعِلَتْ نُكْتَةً فِي قَلْبِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

[2] ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ'' ''بڑے بڑے گناہوں میں سے چند یہ ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔''

صحیح بخاری: کتاب الایمان والنذور، باب الیمین الغموس امام نووی رحمۃ اللہ علیہ 'یمین غموس' کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یمین غموس یہ ہے کہ آدمی جان بوجھ کر جھوٹی قسم اٹھائے، غموس کا لغوی معنی ہوتا ہے پانی میں غوطہ دینا، ڈبو دینا، اس قسم کو غموس اس لئے کہتے ہیں کہ یہ قسم اٹھانے والے کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے۔''

نافرمانی کرنا، کسی جان کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی قسم اٹھانا۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَاقٌّ وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ وَلَا مَنْ يُكَذِّبُ بِالْقَدْرِ وَالْيَمِينُ الْغُمُوسُ)) [1]

"یہ لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے: والدین کا نافرمان، شراب کا رسیا، تقدیر کا منکر اور جھوٹی قسم اٹھانے والا۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَايَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَمُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْمَنَّانُ بِمَاأَعْطَى)) [2]

---

[1] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، والدین کا نافرمان، شراب کا رسیا، تقدیر کا منکر اور جھوٹی قسم اٹھانے والا۔ بعینہٖ ان الفاظ میں یہ روایت مجھے کہیں مل نہیں سکی (مترجم) ابن ماجہ میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے: ((لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ خَمْرٍ)) "شراب کا رسیا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" سنن نسائی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور سنن بیہقی میں ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں: ((لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنَّانٌ وَلَا عَاقٌّ وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ وَلَا مُؤْمِنٌ بِسِحْرٍ وَلَا قَتَّاتٌ)) "احسان جتلانے والا، والدین کا نافرمان، شراب کا عادی، جادو پر ایمان رکھنے والا اور چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" مسند احمد کی ایک روایت میں ابودرداء رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَعَاقٌّ وَلا مُدْمِنُ خَمْرٍ ولا مُكَذِّبٌ بِالْقَدْرِ)) "والدین کا نافرمان، شراب کا عادی اور تقدیر کو جھٹلانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" شعیب ارناؤوط وغیرہ نے مسند احمد کی تحقیق میں مکذب بالقدر کے علاوہ باقی الفاظ کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔ الموسوعۃ: ۴۵/۹۰، البتہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد کی اس مکمل روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ (السلسلۃ الصحیحۃ: رقم ٦٧٥)

[2] امام احمد، نسائی اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہم نے اس روایت کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: ((ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ، والدَّيُّوْثُ، وَثَلَاثَةٌ لَايَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ: اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ والْمُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْمَنَّانُ بِمَا أَعْطَى)) "ان تین آدمیوں کی طرف اللہ تعالیٰ روز قیامت نظر نہیں فرمائے گا: والدین کا نافرمان، مردانہ وضع قطع بنانے والی عورت اور وہ شخص جو اپنے گھر میں بدکاری دیکھے اور برداشت کرلے اور یہ تین شخص جنت میں داخل نہیں ہونگے: والدین کا نافرمان، شراب کا رسیا اور صدقہ کر کے احسان جتلانے والا۔ علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ السلسلة الصحيحة: ٢/ ٢٨٩، رقم: ٦٧٣ اور الجامع الصغیر میں "امرأة مترجلة المتشبهة بالرجال" کے الفاظ بھی ہیں۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ الجامع الصغير، رقم: ٣٥٤٢؛ صحيح الجامع الصغير: ٣٠٧١ (از البانی رحمۃ اللہ علیہ)

”تین شخص ایسے ہیں جن کی طرف روز قیامت اللہ تعالیٰ نظر نہیں فرمائیں گے: والدین کا نافرمان، شراب کا رسیا، کچھ دے کر احسان جتلانے والا۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَرْبَعَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ تَعَالَى أَلَّا يُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ وَلَا يُذِيقَهُمْ نَعِيمَهَا: مُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَآكِلُ الرِّبَا وَآكِلُ مَالَ الْيَتِيمِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَالْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ)) [1]

”چار شخص ایسے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ ہرگز جنت میں داخل نہیں کرے گا اور انہیں جنت کی نعمتوں کا ذائقہ تک نصیب نہیں کرے گا: شراب کا رسیا، سود خور، یتیم کا مال ناحق کھانے والا اور والدین کا نافرمان۔“

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے والدین اس پر راضی تھے، اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور جس نے اس حال میں شام کی کہ اس کے والدین اس پر راضی تھے، اس کے لیے بھی جنت کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اور جس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے والدین اس سے ناراض تھے تو اس کے لیے جہنم کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اگر ایک ناراض تھا تو جہنم کا ایک دروازہ کھولا جاتا ہے۔ کسی نے پوچھا: خواہ والدین اس پر زیادتی کر رہے ہوں تب بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک وہ اس پر زیادتی کر رہے ہوں بے شک وہ اس پر زیادتی کر رہے ہوں بیشک وہ اس پر زیادتی کر رہے ہوں۔“ [2]

---

[1] امام حاکم نے المستدرک: ۲/ ۳۸ میں اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر امام حاکم کا تعاقب کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں ایک راوی ابراہیم کو ابن ابی شیبہ نے متروک کہا ہے۔ یہی بات منذری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہی ہے کہ اس میں ابراہیم بن خثیم متروک ہے (الترغیب و الترھیب: ۳/ ۲۲۱) علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ضعیف الجامع الصغیر، رقم: ۷٤۸)

[2] مذکورہ بالا الفاظ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الجامع الکبیر ۱/ ۷٤۷ میں الأفراد للدار قطنی کے حوالے سے بیان کیے ہیں اور الجامع الصغیر میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے، تاریخ حاکم، سنن بیہقی اور ابن عساکر کے حوالے سے باقی حوالہ اگلے صفحے پر

عمرو بن مرّہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کی: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، اور پانچ وقت کا نمازی ہوں، زکوٰۃ ادا کرتا ہوں، رمضان کے روزے رکھتا ہوں'' (میرے لیے کیا اجر ہے؟) فرمایا:

((مَنْ مَاتَ عَلَى هَذَا كَانَ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

''جو شخص اسی (عمل) پر مر گیا، قیامت کے روز وہ نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے اور تین مرتبہ فرمایا: ''آمین، آمین، آمین۔'' جب آپ ﷺ منبر سے نیچے اترے تو کسی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! منبر پر چڑھتے ہوئے آپ نے تین مرتبہ آمین کہا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے کہا: جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور پھر اپنی بخشش کا سامان نہ کر سکا اور اسی حالت میں مر کے جہنم میں چلا گیا، اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کرے اور مجھ سے کہا، آمین کہو۔ میں نے آمین کہا۔ پھر جبریل نے کہا: جس نے اپنی زندگی میں والدین کو پایا اور پھر ان کی خدمت نہ کی اور اسی حالت میں مر کر جہنم چلا گیا، اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کرے اور مجھے کہا: آمین کہو۔ میں نے آمین کہا۔ جبریل نے پھر کہا: وہ شخص جس کے سامنے آپ ﷺ کا نام لیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہ پڑھا۔ پھر وہ مر گیا اور جہنم میں چلا گیا، اسے بھی اللہ اپنی رحمت سے دور کرے اور مجھے کہا: آمین کہو، میں نے آمین کہا۔'' [1]

❀❀❀ گزشتہ سے پیوستہ: سے درج ذیل الفاظ کے ساتھ بیان کرنے کے بعد انہیں ضعیف قرار دیا ہے: ((مَنْ أَصْبَحَ مُطِيعًا لِلّٰهِ فِي وَالِدَيْهِ أَصْبَحَ لَهُ بَابَانِ مَفْتُوحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ فَإِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدٌ)) ''جو شخص اللہ کی خاطر اپنے والدین کا فرمانبردار بن جائے اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جو ایک کا فرمانبردار ہو اللہ کو خوش کرنے کے لیے، اس کے لیے جنت کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔'' شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔
مشكوٰة المصابيح: ٣/ ٧١، رقم: ٤٩٤٣ (ضعيف جدًا)، ضعيف الجامع، رقم: ٥٤٢٧۔

[1] صحيح ابن حبان: ٤/ ٣٠٤؛ المعجم الكبير للطبراني: ٢/ ٢٧١-٢٧٥، رقم: ١٦٧٩۔

ابو طفیل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا: کیا نبی ﷺ نے تمہیں کوئی ایسا خاص علم عطا بھی فرمایا ہے جو دوسروں کو نہ دیا ہو؟ انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے کوئی خصوصی چیز ہمیں عطا نہیں فرمائی جو دوسروں کو نہ دی ہو، البتہ تلوار کے میان میں یہ ایک یادداشت موجود ہے، پھر اسے میان سے باہر نکالا، جس پر یہ چند مسائل درج تھے:

''اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو اللہ کے دیے ہوئے مال کو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے، اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے کسی کی زمین کاٹ کر اپنی زمین میں شامل کر لی اور اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو جس نے اپنے ماں باپ کو لعنت کی۔'' [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((رَغِمَ أَنفُهُ رَغِمَ أَنفُهُ)) ''برباد ہو، ذلیل و رسوا ہو'' کسی نے کہا کون؟ اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَوْ أَحَدَهُمَا فَدَخَلَ النَّارَ)) [2]

''جس نے بڑھاپے میں اپنے والدین میں سے ایک کو یا دونوں کو پایا پھر بھی وہ (جنت میں داخل ہونے کا سامان نہ کر سکا) اور جہنم میں چلا گیا۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم: کتاب الأضاحی، باب تحریم الذبح لغیر الله ولعن فاعله، رقم: ٢٦٥٩
آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں ''وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اٰوٰی مُحْدِثًا''

[2] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، رقم: ٦٤٥٧۔
صحیح مسلم میں: فدخل النار کی بجائے ثُمَّ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّةَ کے الفاظ ہیں۔ مسند احمد میں ابن ابی مالک کے حوالہ سے یہ الفاظ بیان ہوئے ہیں:
((ثُمَّ مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا دَخَلَ النَّارَ مِنْ بَعْدِ ذَالِكَ فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ وَاسْتَحَقَّهُ))
[الموسوعة الحديثية مسند أحمد، بتعليق الأرناؤوط: ٣١/ ٧١] 'صحيح'
''پھر جس نے اپنے والدین کو پایا، ان میں سے ایک کو یا دونوں کو پھر اس کے بعد وہ جہنم میں چلا گیا تو گویا اللہ نے اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا اور وہ اللہ کی لعنت کا مستحق ٹھہرا۔''

((مَلْعُوْنٌ مَنْ سَبَّ أَبَاهُ، مَلْعُوْنٌ مَنْ سَبَّ أَبَاهُ)) [1]

''ملعون ہے وہ شخص جو اپنے باپ کو گالی دے، ملعون ہے وہ شخص جو اپنے والد کو گالی دے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ سَبْعَةً مِنْ خَلْقِهِ فَوْقَ سَبْعِ سَمٰوَاتٍ، مَلْعُوْنٌ مَنْ عَقَّ وَالِدَيْهِ)) [2]

''اللہ نے سات آسمانوں کے اوپر اپنی مخلوق کے سات انسانوں پر لعنت فرمائی ہے، ان میں سے ایک والدین کا نافرمان ہے۔''

---

[1] ان الفاظ میں یہ حدیث مجھے نہیں مل سکی۔ البتہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے:

((مَلْعُوْنٌ مَنْ سَبَّ اَبَاهُ، مَلْعُوْنٌ مَنْ سَبَّ اُمَّهُ، مَلْعُوْنٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، مَلْعُوْنٌ مَنْ غَيَّرَ تُخُوْمَ الْأَرْضِ مَلْعُوْنٌ مَنْ كَمَهَ أَعْمٰى عَنْ طَرِيْقٍ، مَلْعُوْنٌ مَنْ وَقَعَ عَلَى الْبَهِيْمَةِ، مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ بِعَمَلِ قَوْمِ لُوْطٍ))

''لعنت ہے اس شخص پر جو اپنے باپ کو گالی دے، لعنت ہے اس شخص پر جو اپنی ماں کو گالی دے، ملعون ہے وہ شخص جو غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرے، ملعون ہے وہ شخص جو زمین کے نشانات تبدیل کرے، لعنت ہے اس پر جو اندھے کو رستہ سے بھٹکا دے، لعنت ہے اس شخص پر جو بونڈری لائن تبدیل کر کے کسی کی زمین اپنی زمین میں شامل کر لے، لعنت ہے اس شخص پر جو حیوان کے ساتھ منہ کالا کرے، اور ملعون ہے وہ شخص جو قوم لوط والا عمل کرے۔''

[2] اس روایت کو امام خرائطی نے ''مکارم الاخلاق'' میں، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں پر اپنی مخلوق کے سات انسانوں پر لعنت کی اور ان میں سے ایک ایسا ہے جس پر تین دفعہ لعنت کو دہرایا اور باقی پر ایک ایک دفعہ لعنت کی فرمایا:

((مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ مَلْعُوْنٌ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَبِنْتِهَا، مَلْعُوْنٌ مَنْ سَبَّ شَيْئًا مِنْ وَالِدَيْهِ، مَلْعُوْنٌ مَنْ أَتٰى شَيْئًا مِنَ الْبَهَائِمِ، مَلْعُوْنٌ مَنْ أَغْيَرَ حُدُوْدَ الْأَرْضِ مَلْعُوْنٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ مَلْعُوْنٌ مَنْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ))

''لعنت، لعنت، لعنت اس شخص پر جو لواطت کرے، ملعون ہے وہ شخص جس نے کسی عورت اور اس کی بیٹی کو ایک نکاح میں جمع کیا۔ ملعون ہے وہ شخص جس نے اپنے والدین کو گالی دی، ملعون ہے وہ شخص جس نے کسی جانور سے حرام کاری کی، ملعون ہے وہ شخص جس نے زمین کی حدوں کو بدلا، ملعون ہے وہ شخص جس نے غیر اللہ کیلئے کوئی جانور ذبح کیا اور لعنت ہے اس شخص پر جس نے اپنے موالی کے علاوہ کسی اور سے ولاء کا تعلق قائم کیا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ صَلَاةَ السَّاخِطِ عَلَيْهِ أَبَوَاهُ غَيْرَ الظَّالِمِينَ لَهُ))

''ایسے شخص کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا، جس پر اس کے والدین ناراض ہوں اور وہ اپنی ناراضگی میں حق بجانب بھی ہوں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ أَرْضَى وَالِدَيْهِ فَقَدْ أَرْضَى اللّٰهَ وَمَنْ أَسْخَطَ وَالِدَيْهِ فَقَدْ أَسْخَطَ اللّٰهَ))

''جس نے اپنے والدین کو راضی کر لیا، اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیا، اور جس نے اپنے والدین کو ناراض کر لیا، اس نے یقیناً اللہ کو ناراض کر لیا۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، اعْمَلْ مَا شِئْتَ فَإِنِّي لَا أَغْفِرُ لَكَ، وَيَقُولُ لِلْبَارِّ، اعْمَلْ مَا شِئْتَ فَإِنِّي سَأَغْفِرُ لَكَ)) [1]

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّ الذُّنُوبِ يُؤَخِّرُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا عُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ فَإِنَّهُ يُعَجِّلُهُ لِصَاحِبِهِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا))

''جتنے بھی گناہ ہیں، ان میں سے اللہ تعالیٰ جس کی چاہیں سزا کو قیامت تک مؤخر کر دیں لیکن والدین کی نافرمانی کی سزا اللہ تعالیٰ مؤخر نہیں کرتا بلکہ

[1] السنن الكبرى للبيهقي: ٩/ ١٣٦، ١٤٧، فتح الباری: ١١/ ٤٧، كنز العمال: ٣٧٩٠٧، ٢٧٩٥٨، ٣٧٩٦٣۔ مندرجہ بالا الفاظ مجھے کسی حدیث میں نہیں مل سکے بلکہ کنز العمال میں اس کی بجائے یہ الفاظ ہیں: ''حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يُقَالُ لِلْعَاقِ اعْمَلْ مَا شِئْتَ مِنَ الطَّاعَةِ فَإِنِّي لَا أَغْفِرُ لَكَ وَيُقَالُ لِلْبَارِّ اعْمَلْ مَا شِئْتَ فَإِنِّي أَغْفِرُ لَكَ: '' والدین کے نافرمان کو اللہ کی طرف سے کہا جاتا ہے: تم جتنے بھی اچھے عمل کر لو، میں تمہیں معاف نہیں کروں گا، اور والدین کے فرمانبردار اور خدمت گزار سے کہا جاتا ہے تم جو مرضی عمل کرو، میں تجھے معاف کر دوں گا۔'' صاحب تخریج نے سنن الکبری اور فتح الباری کا جو حوالہ دیا ہے اس کے تحت اس مفہوم کی کوئی روایت نہیں، بلکہ اس حوالہ کے تحت حاطب بن ابی بلتعہ والی حدیث کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لعل اللّٰه اطلع على اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم))

والدین کے نافرمان کو اللہ دنیا میں ہی جلد سزا سے دوچار کرتا ہے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ بن عمران کی طرف وحی بھیجی: اے موسیٰ! والدین کے سامنے نافرمانی کی بات میرے نزدیک بہت بڑا جرم ہے۔“ لوگوں نے پوچھا: اے موسیٰ! نافرمانی کی کون سی بات؟ فرمایا: ”کہ والدین بیٹے کو بلائیں اور وہ کہے، میں نہیں آ سکتا۔“

کسی دانشور کا قول ہے:

لَا تُصَادِقْ عَاقًّا فَإِنَّهُ لَنْ يَبَرَّكَ وَقَدْ عَقَّ مَنْ هُوَ أَوْجَبَ مِنْكَ حَقًّا

”والدین کے نافرمان سے دوستی نہ کر، یہ کبھی تجھ سے نیکی کا روادار نہیں ہو سکتا کیونکہ اس نے اس کے ساتھ نیکی نہیں کی جو تیری نسبت اس کی نیکی کا زیادہ مستحق ہے۔“

والدین کے نافرمان کی بدبختی

عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہمارے ہاں ایک نوجوان حالت قریب المرگ میں ہے۔ اسے کہتے ہیں کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ پڑھو لیکن اس کی زبان پر جاری نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”کیا وہ اپنی زندگی میں یہ کلمہ پڑھا کرتا تھا؟“ لوگوں نے کہا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تو اب موت کے وقت اسے کون سی چیز کلمہ پڑھنے سے روکتی ہے؟“ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ چل پڑے، اس نوجوان کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: ”اے نوجوان! لا الہ الا اللہ پڑھو“ وہ کہنے لگا: میں پڑھ نہیں سکتا۔ پوچھا: ”کیوں نہیں پڑھ سکتا؟“ کہنے لگا میں اپنی والدہ کا نافرمان تھا، اسی وجہ سے کلمہ میری زبان سے ادا نہیں ہو رہا۔ آپ نے پوچھا: ”کیا ماں زندہ ہے؟“ کہنے لگا: ہاں زندہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے کہا: ”اس کی ماں کو بلاؤ۔“ اس کی ماں کو بلایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: ”تیرا بیٹا ہے یہ؟“ کہنے لگی: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بتاؤ، اگر آگ بھڑکائی جائے اور تجھ سے کہا جائے اگر تم اسے معاف نہیں کرو گی تو ہم اسے

اسی آگ میں دفن کر دیں گے؟'' کہنے لگی: اگر ایسا ہے تو میں اسے معاف کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو اللہ اور ہم سب کو گواہ بنا کر کہو کہ میں اپنے بیٹے کو معاف کرتی ہوں اور اس سے راضی ہوگئی ہوں۔'' اس نے کہا: اے اللہ! میں تجھے اور میرے پیغمبر کو گواہ بنا کر یہ اقرار کرتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہوں اس کے بعد آپ ﷺ نے نوجوان کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اے نوجوان کہو! لا الہ الا اللہ'' اب اس کی زبان پر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ جاری ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ بِي مِنَ النَّارِ)) [1]

''سب تعریف اس اللہ کو لائق ہے، جس نے میری وجہ سے اس نوجوان کو آگ سے بچا لیا۔''

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ حج اور عمرہ کرنے والوں کی کثرت ایک عجیب منظر پیش کر رہی تھی۔ میں نے سوچا کاش! مجھے پتہ چل جائے، کس کا حج اور عمرہ قبول ہوا کہ میں اس کو مبارکباد دوں اور کس کا عمرہ اور حج قبول نہیں ہوا کہ میں اس کے ساتھ افسوس کروں۔

جب رات ہوئی تو میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا: مالک بن دینار پوچھتا ہے کس کا حج اور عمرہ قبول ہوا اور کس کا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے چھوٹے بڑے، مرد، عورت، سرخ و سیاہ تمام حج و عمرہ کرنے والوں کو معاف کر دیا ہے، لیکن ان میں سے ایک شخص کو معاف نہیں کیا۔ اللہ اس پر سخت ناراض ہے۔ اللہ نے اس کا حج ٹھکرا کر اس کے منہ پر مار دیا ہے۔

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میری یہ رات جس کرب میں گزری، وہ اللہ ہی جانتا ہے۔ مجھے پریشانی یہ تھی کہ کہیں میں ہی وہ آدمی نہ ہوں۔ جب دوسری رات ہوئی تو میں نے خواب میں وہی منظر پھر دیکھا۔ البتہ مجھے کہا گیا کہ وہ آدمی تم نہیں ہو، بلکہ وہ علاقہ خراسان

[1] مسند أحمد: ۳/ ۲۲۷؛ السنن الكبرى: ۳/ ۳۸۳ اللآلي المصنوعة از سيوطي: ۲/ ۱۵۹؛ ضعيف الترغيب والترهيب از الباني: ۲/ ۷۵، رقم: ۱٤۸۷؛ (ضعيف جداً) السلسلة الضعيفة، رقم: ۳۱۳۰؛ موضوع۔

کے بلخ شہر کا باشندہ ہے جس کا نام محمد بن ہارون بلخی ہے۔

جب صبح ہوئی تو میں خراسان سے حج کے لیے آئے ہوئے قبائل کے پاس گیا۔اور ان سے محمد بن ہارون کے متعلق پوچھا۔انہوں نے کہا، واہ خوب، جس شخص کے متعلق تم پوچھا رہے ہو پورے خراسان میں اس سے بڑھ کر کوئی عابد زاہد اور قرآن کی تلاوت کرنے والا نہیں ہے۔

میں اس کے متعلق لوگوں کی تعریف سن کر حیران ہوا کہ میں نے خواب میں کیا دیکھا اور یہ کیا سن رہا ہوں۔ میں نے ان سے کہا: مجھے بتاؤ وہ کدھر ہے۔انہوں نے کہا: چالیس سال گزر گئے وہ دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے۔اور ویران جگہ کے سوا کہیں نہیں رہتا۔اور ہمارے خیال میں وہ مکہ کے کسی ویرانہ میں آپ کو مل جائے گا۔

میں مکہ کے ویرانوں میں اسے تلاش کرنے لگا۔کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک دیوار کے پیچھے کھڑا ہے۔اس کا دایاں ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہے اور اس نے اپنے پاؤں کو دو سخت بیڑیوں میں جکڑ رکھا ہے۔وہ کبھی رکوع کرتا ہے تو کبھی سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔اس نے جب میرے قدموں کی آہٹ سنی تو پوچھا کون ہو؟ میں نے جواب دیا مالک بن دینار، اس نے کہا اے مالک! کیسے آنا ہوا؟ اگر تم نے کوئی خواب دیکھا ہے تو مجھے سناؤ۔ میں نے کہا: مجھے وہ خواب بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ کہنے لگا: نہیں ضرور بیان کرو۔ میں نے اسے وہ خواب سنا دیا وہ کافی دیر تک روتا رہا اور پھر اپنا قصہ ان الفاظ میں بیان کیا:

میں شراب کا رسیا تھا اور کثرت سے شراب پیتا تھا۔ایک دن میں نے اپنے دوست کے ہاں کچھ زیادہ ہی پی لی کہ میں نشہ میں مدہوش ہو گیا اور میری عقل ماؤف ہو گئی۔ میں گھر آیا اور اندر داخل ہوا تو میری ماں تنور میں آگ جلا رہی تھی۔ جب اس نے مجھے نشہ میں ڈولتے دیکھا تو مجھے پکڑ کر بٹھایا۔وہ مجھے کھانا کھلا رہی تھی اور ساتھ یہ کہہ رہی تھی دیکھ یہ ماہ شعبان کا آخری دن اور رمضان کی پہلی رات ہے۔لوگ صبح روزے سے ہوں گے اور تم نشے میں مست ہو گے۔کیا تمہیں اللہ سے حیا نہیں آتی؟ میں نے ہاتھ اٹھایا اور ایک مکا ماں کو رسید کر دیا۔اس نے کہا: تیرا خانہ خراب، اس کی یہ بات سن کر مجھے غصہ آ گیا اور میں نے

نشہ میں ماں کو اٹھا کر اس تنور میں پھینک دیا، جب میری بیوی نے دیکھا تو اس نے مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا۔ جب رات کا آخری پہر ہوا، میرا نشہ اترا، میں نے بیوی کو آواز دی، دروازہ کھولو، تو اس کا جواب انتہائی کرخت اور سنگدلانہ تھا۔ میں نے کہا یہ سنگدلی کیوں؟ اس نے کہا تم کسی رحم کے روادار نہیں ہو۔ میں نے کہا: کیوں اس نے کہا: تم ماں کے قاتل ہو۔ تو نے اسے تنور میں پھینک دیا اور وہ جل کر راکھ ہو چکی ہے۔ میں تنور کی طرف دوڑا، دیکھا کہ وہ جلی ہوئی روٹی کی طرح سیاہ ہو چکی تھی۔

میں وہاں سے نکلا، اپنا مال اسباب، سب صدقہ کر دیا، اپنے غلام آزاد کر دیئے اور چالیس سال سے دن کو روزہ رکھتا ہوں اور رات کو قیام کرتا ہوں، ہر سال حج کے لیے آتا ہوں اور ہر سال تمہارے جیسا کوئی عبادت گزار بندہ آ کر مجھے یہی خواب سناتا ہے۔ مالک بن دینار کہتے ہیں: میں نے یہ سن کر اپنا ہاتھ اس کے چہرے پر جھٹک دیا کہ تف تجھ پر اے بدبخت! قریب تھا کہ تو اپنی آگ سے زمین اور روئے زمین پر موجود سب کچھ جلا دیتا۔ میں یہ کہہ کر وہاں سے چل پڑا بایں طور کہ میں اس کی نقل وحرکت سن رہا تھا البتہ اس کا سراپا میری نظروں سے اوجھل تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے اور کہنے لگا:

يَـا فَارِجَ الْهَمِّ وَكَاشِفَ الْغَمِّ يُجِيْبُ دَعْوَةَ الْمُضْطَرِّيْنَ ، أَعُوْذُ بِـرَضَـاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِـمُعَافَاتِكَ مِنْ عَقُوْبَتِكَ وَلَا تَـقْطَعْ رَجَائِيْ وَتُخَيِّبْ دُعَائِيْ

''دکھوں کو دور کرنے والے خدایا! اے غموں سے نجات دینے والے رب! مجبور و بے بسوں کی تو نہیں سنے گا تو اور کون سنے گا۔ میں تیری رضا مندی کے واسطے تیری ناراضگی سے پناہ کا طلب گار ہوں۔ اور تیرے عفو و درگزر کے ساتھ تیری سزا سے پناہ کا خواستگار ہوں اے اللہ! میری امید نہ توڑنا اور میری دعا کو رد نہ کرنا۔''

اس کے بعد میں اپنے مکان پر جا کر سو گیا۔ میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا، وہ کہہ رہا تھا: اے مالک! تم لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے مقرب

فرشتوں کے جھرمٹ سے محمد بن ہارون پر جھانکا ہے،اس کی دعا قبول کر لی ہے اور اس کی لغزش معاف کر دی ہے۔اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو:

إِنَّ اللَّهَ يَجْمَعُ الْخَلَائِقَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَقْتَصُّ لِلْجَمَاءِ مِنَ الْقَرْنَاءِ وَيَجْمَعُ بَيْنَكَ وَبَيْنَ وَالِدَتِكَ فَيَحْكُمُ لَهَا عَلَيْكَ وَيُذِيقُكَ النَّارَ۔ ثُمَّ يَهِبُكَ لِأُمِّكَ

''اللہ تعالیٰ روز قیامت ساری کائنات کو اکٹھا کرے گا اور بے سینگ بکری کو بھی سینگ والی بکری سے قصاص دلوائے گا اور وہ تجھے اور تیری والدہ کو اکٹھا کرے گا۔ پھر اس کے حق میں تیرے خلاف فیصلہ سنائے گا پھر تجھے جہنم کا مزا چکھائے گا اور پھر تجھے تیری والدہ کو ہبہ کر دے گا۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

إِبْكَاءُ الْوَالِدَيْنِ مِنَ الْعُقُوقِ

''والدین کو رلانا بھی من جملہ نافرمانی میں سے ہے۔''

عمرو بن زبیر فرماتے ہیں:

ما بَرَّ أَبَوَيْهِ مَنْ أَحَدَّ النَّظَرَ، إِلَيْهِمَا

''جس نے والدین کو گھور کر دیکھا، اس نے ان کے ساتھ کوئی حسن سلوک نہیں کیا۔''

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ مَشَى بَيْنَ يَدَيْ أَبِيهِ فَقَدْ عَقَّهُ إِلَّا أَنْ يَمْشِيَ يُمِيطُ الْأَذَى عَنْ طَرِيقِهِ وَمَنْ دَعَا أَبَاهُ بِاسْمِهِ فَقَدْ عَقَّهُ إِلَّا أَنْ يَقُولَ يَا أَبَتِ

''جو اپنے والد کے آگے آگے چلے، اس نے والد کی نافرمانی کی، الا کہ وہ اس کے راستے سے موذی چیزوں کو ہٹانے کے لیے آگے آگے چلے اور جس نے اپنے باپ کو اس کا نام لے کر بلایا تو اس نے بھی والد کی نافرمانی کی۔ البتہ اسے یہ کہنا چاہیے: اے میرے باپ!''

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے:

لَا يَنْبَغِي لِلْوَلَدِ أَنْ يَدْفَعَ يَدَ وَالِدِهِ إِذَا ضَرَبَهُ وَمَنْ شَدَّ النَّظْرَ إِلَى وَالِدَيْهِ لَمْ يَبَرَّهُمَا وَمَنْ أَدْخَلَ عَلَيْهِمَا مَا يَحْزُنُهُمَا فَقَدْ عَقَّهُمَا

''بیٹے کو یہ لائق نہیں کہ جب اس کا والد اسے مارنے لگے تو وہ اس کا ہاتھ جھٹک دے اور جس نے اپنے والدین کو گھور کر دیکھا، اس نے ان کے ساتھ حسن سلوک نہیں کیا اور جس نے والدین کو غمگین کرنے کا سامان کیا اس نے والدین کی نافرمانی کی۔''

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مُنْتَهَى الْقَطِيْعَةِ أَنْ يُجَالِسَ الرَّجُلُ أَبَاهُ عِنْدَ السُّلْطَانِ۔

''یہ قطعی رحمی کی انتہا ہے کہ آدمی بادشاہ کے ساتھ اپنے باپ کے سنگ بیٹھ جائے۔''

فرقد کہتے ہیں میں نے ایک کتاب میں پڑھا:

مَا بَرَّ وَلَدٌ حَدَّ بَصَرَهُ إِلَى وَالِدَيْهِ۔ وَأَنَّ النَّظْرَ إِلَيْهِمَا عِبَادَةٌ وَلَا يَنْبَغِي لِلْوَلَدِ أَنْ يَمْشِيَ بَيْنَ يَدَيْ وَالِدِهِ وَلَا يَتَكَلَّمَ إِذَا شَهِدَ وَلَا يَمْشِيَ عَنْ يَمِيْنِهِمَا وَلَا عَنْ يَسَارِهِمَا إِلَّا أَنْ يَدْعُوَاهُ فَيُجِيْبُهُمَا، أَوْ يَأْمُرَاهُ فَيُطِيْعُهُمَا وَلٰكِنْ يَمْشِيْ خَلْفَهَا كَالْعَبْدِ الذَّلِيْلِ

''جس نے والدین کو گھور کر دیکھا، اس نے کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ حالانکہ والدین کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ اور بیٹے کو لائق نہیں کہ وہ والد کے آگے چلے یا اس کے سامنے بات کرے۔ اس کے دائیں چلے نہ بائیں۔ ہاں اگر وہ اسے بلائے تو جواب دینے کے لیے دائیں بائیں کھڑا ہونے میں کوئی حرج نہیں یا پھر وہ خود اسے دائیں بائیں یا آگے چلنے کا حکم دیں تو ان کی اطاعت کرے ورنہ ہمیشہ مطیع غلام کی طرح باپ کے پیچھے پیچھے چلے۔''

یزید بن ابی حبیب فرماتے ہیں:

إِيْجَابُ الْحُجَّةِ عَلَى الْوَالِدَيْنِ عَقُوْقٌ

"والدین کوترکی بہ ترکی جواب دینا بھی نافرمانی ہے۔"

کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا: عقوق (نافرمانی) کیا ہے؟ فرمایا:

إِذَا أَمَرَكَ وَالِدُكَ بِشَيْءٍ فَلَمْ تُطِعْهُمَا فَقَدْ عَقَقْتَهُمَا الْعُقُوْقَ كُلَّهُ

"جب تیرے والدین تجھے کوئی حکم دیں اور تو ان کی اطاعت نہ کرے تو یقیناً تو نے ان کی نافرمانی کا ارتکاب کیا۔"

اولاد کے حق میں والدین کی دعا قبول ہوتی ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ: أَلْوَالِدُ وَالْمَظْلُوْمُ وَالْمُسَافِرُ

"تین آدمیوں کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی، باپ، مظلوم، اور مسافر۔"

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دُعَاءُ الْوَالِدَيْنِ يَنْبُتُ الْمَالَ وَالْوَلَدَ

"والدین کی دعا مال اور اولاد کی فراوانی کا باعث بنتی ہے۔"

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا: باپ کو بیٹے کے لیے کیا دعا کرنی چاہیے؟ فرمایا: وہ اس کے حق میں نجات کی دعا کرے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثَلَاثَةٌ لَا تَحْجُبُ دَعْوَتُهُمْ عَنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ وَشَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

"تین افراد کی دعا اور اللہ عزوجل کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے:
مظلوم کی دعا، والد کی دعا اپنی اولاد کے حق میں اور لا إله إلا الله کی گواہی۔"

انہی سے روایت ہے:

دَعْوَةُ الْوَالِدِ لَا تَحْجُبُ عَنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

''باپ کی دعا اور اللہ عزوجل کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔''

عبدالرحمٰن بن احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ میں نے اپنے باپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک عورت مخلد بن حسین کے پاس آئی اور عرض کی: میرا بیٹا رومیوں کی قید میں ہے اور میرے پاس (اسے چھڑانے کے لیے) سوائے ایک ریشم بنانے والے کیڑے کے کھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔ اور ریشم بنانے والے اس کیڑے کو میں بیچ نہیں سکتی۔ مجھے کوئی بندہ بتا دیں جو فدیہ دے کر میرے بیٹے کو رومیوں کی قید سے رہا کروا دے میرا رات اور دن کا چین اُڑ گیا ہے۔ رات کو نیند آتی ہے نہ قرار۔

مخلد بن حسین نے کچھ دیر کے لیے سر جھکایا اور دعا کی۔ کچھ عرصہ بعد وہ عورت پھر آئی اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ وہ شیخ کو دعائیں دینے لگی اور کہا: پورا واقعہ یہ نوجوان خود بیان کرے گا۔ وہ نوجوان گویا ہوا:

میں ایک رومی بادشاہ کی قید میں تھا اور میرے ساتھ اور بھی قیدی تھے۔ ایک روز جب ہم مغرب کے بعد کام سے واپس آرہے تھے تو اچانک میرے پاؤں میں بندھی بیڑی ٹوٹ کر زمین پر گر گئی۔ اس نے وہ دن اور وقت شیخ کو بتایا تو وہ بالکل وہی وقت تھا جب اس نوجوان کی والدہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی اور پھر ان دونوں نے اس کے لیے دعا کی تھی۔

جونہی میری بیڑی ٹوٹی، میری حفاظت پر مامور شخص فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور چیخ کر کہا: تو نے بیڑی توڑ دی ہے۔

میں نے کہا: نہیں، خود ہی ٹوٹ گئی ہے۔ وہ بڑا حیران ہوا اور اپنے ساتھی کو اطلاع دی۔ پھر لوہار کو بلا کر مجھے دوبارہ بیڑی میں جکڑ دیا گیا۔ ابھی میں چند قدم ہی چلا تھا کہ بیڑی پھر ٹوٹ گئی۔ وہ یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے اور انہوں نے اپنے پادریوں کو بلا کر یہ ماجرا ان کے گوش گزار کر دیا۔ انہوں نے مجھے بلا کر پوچھا: تمہاری والدہ زندہ ہے؟ میں نے کہا ہاں زندہ ہے۔ انہوں نے کہا: تیرے حق میں اس کی دعا قبول ہو گئی ہے۔ اب تمہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے راستے کا خرچ دیا اور مسلمانوں کی سرحد پر چھوڑنے آئے۔

اولاد کے خلاف والدین کی بددعا قبول ہوتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثَلَاثُ دَعْوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَاشَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدَيْنِ عَلَى وَلَدِهِمَا)) [1]

''تین دعائیں قبول ہوتی ہیں ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں۔ایک مظلوم کی دعا، دوسرے مسافر کی دعا اور تیسرے والدین کی بددعا اپنی اولاد کے لیے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک گرجا میں جریج نامی ایک عبادت گزار رہا کرتا تھا۔اور گرجا کے ساتھ گایوں کا ایک چرواہا بھی آ کر ٹھہرا کرتا تھا، جس کے پاس گاؤں کی ایک عورت کا آنا جانا تھا۔

ہوا یوں کہ ایک دن جریج کی ماں وہاں آئی اور اسے آواز دی۔جریج اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ماں کی آواز سن کر دل میں سوچا، اے پروردگار! ایک طرف ماں ہے اور دوسری طرف نماز (کیا کروں؟) تاہم اس نے نماز کو ترجیح دی۔

ماں نے دوسری اور پھر تیسری دفعہ زور سے پکارا لیکن وہ بدستور نماز میں مشغول رہا اور ماں کو کوئی جواب نہ دیا۔(غصہ میں) ماں کے منہ سے یہ بددعا نکل گئی:

''اللہ اس وقت تک تجھے موت نہ دے جب تک تو رنڈیوں کا منہ نہ دیکھے'' یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔

پھر کیا ہوا؟ کہ چرواہے کے پاس آنے والی اس عورت نے ایک بچے کو جنم دیا۔ لوگوں نے اسے پوچھا! بچہ کس کا ہے؟ اس نے کہا جریج کا، تو لوگوں نے جریج کا گرجا منہدم

---

[1] مسند أحمد: ۲/ ۲۵۸؛ الأدب المفرد: ۳۲؛ سنن أبي داوٗد، كتاب الوتر، باب: ۲۹؛ سنن الترمذي، كتاب الدعوات، باب: ٤٧، 'حسن' لیکن الادب المفرد اور سنن الترمذی، وغیرہ میں: دَعْوَةُ الْوَالِدَيْنِ عَلَى وَلَدِهِمَا کے بجائے دَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ کے الفاظ ہیں۔مذکورہ الفاظ مجھے کہیں اور نہیں مل سکے۔امام ترمذی رحمہ اللہ کی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ایک دوسرے شاہد کی بنیاد پر 'حسن لغیرہ' قرار دیا ہے۔دیکھیے: السلسلة الصحيحة: ٥٩٦؛ صحيح الجامع الصغير، رقم: ۳۰۳۱

کر دیا اور اسے گرفتار کر کے ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ دیے۔ پھر وہ اس کو لے کر رنڈیوں کے پاس سے گزرے۔ جب جریج نے رنڈیوں کو سامنے دیکھا تو مسکرائے۔ ادھر وہ رنڈیاں بھی اسے دیکھ رہی تھیں۔ (بادشاہ کی عدالت میں پہنچ کر) جریج نے بادشاہ سے کہا: یہ بدکار عورت کیا کہتی ہے؟ بادشاہ نے کہا: یہ کہتی ہے کہ یہ بچہ تمہارا ہے۔ جریج بچے کی طرف متوجہ ہوئے اور اس بچے سے پوچھا: تیرا باپ کون ہے؟ بچہ بولا: گایوں کا چرواہا (بادشاہ نادم ہوا) اور جریج سے کہا کہ ہم تمہارا گرجا سونے کا بنا دیتے ہیں۔ جریج نے کہا: نہیں جیسا پہلے تھا ویسا ہی بنا دو۔

بادشاہ نے کہا: یہ بتائیں آپ رنڈیوں کو دیکھ کر مسکرائے کیوں تھے؟ کہا: مجھے میری ماں کی بددعا لگ گئی ہے۔ پھر بادشاہ کو پورا واقعہ سنایا۔" [1]

جو شخص اپنے والدین یا اپنے بیٹے سے براءت کا اظہار کرے

انس جہنی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ لِلَّهِ عِبَادًا لَا يُكَلِّمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ)) [2]

"اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوں گے کہ اللہ روز قیامت ان سے بات نہ کرے گا۔ اور نہ انہیں گناہوں سے پاک کرے گا۔ اور نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا۔"

کسی نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا:

((مُتَبَرِّي مِنْ وَالِدَيْهِ، رَاغِبٌ عَنْهُمَا مُتَبَرِّي مِنْ وَلَدِهِ، وَرَجُلٌ

[1] مجمع الزوائد ۸/ ۱۵۰؛ صحیح البخاری، کتاب المظالم، رقم:۲٤۸۲، کتاب الأنبیاء، باب: قول الله واذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ:۳۲۳٦، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب: تقدیم بر الوالدین، رقم:۲۵۵؛ مسند احمد ۲/ ۳۸۵۔ واضح رہے دیئے گئے حوالوں میں حدیث تھوڑے فرق کے ساتھ مروی ہے۔

[2] مسند احمد: ۳/ ٤٤۰، اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مسند احمد کے حوالہ سے معاذ بن انس سے روایت کیا ہے' الجامع مع ا... مسند:۱/ ۲٦۱؛ مجمع الزوائد:۵/ ۱۵۔

أَنْعَمَ عَلَيْهِ قَوْمٌ فَكَفَرَ نِعْمَتَهُمْ وَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ))

''ایک وہ شخص جو اپنے والدین سے براءت کا اظہار کردے (انہیں اپنا ماں باپ تسلیم کرنے سے انکار کردے) اور ان سے منہ موڑے، اور دوسرا اپنی اولاد سے براءت کا اظہار کرنے والا اور تیسرا وہ جو اپنی محسن قوم کا احسان فراموش بن جائے اور ان سے براءت کا اظہار کردے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے بیٹے سے انکار کردے، حالانکہ وہ اس کا بیٹا ہو، اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دیدار سے محروم کردے گا اور اپنی رحمت سے دور کردے گا۔ اور ساری کائنات کے سامنے اسے رسوا کرے گا۔'' [1]

اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف نسبت کرنے کا گناہ

ابراہیم تیمی اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ اور یہ صحیفہ جس میں اونٹوں کی مختلف عمروں اور زخموں کی دیت کا بیان ہے، کے علاوہ کوئی خاص چیز موجود ہے تو وہ شخص جھوٹا ہے اور اس صحیفہ میں یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنِ ادَّعَى لِغَيْرِ أَبِيهِ أَوْ تَوَلَّى غَيْرَ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ

---

[1] ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب 'العلل' میں اس اعتراف کے باوجود کہ عبداللہ بن یونس یہاں سعید المقبری سے روایت کرنے میں منفرد ہے۔ اور وہ صرف اسی کے ساتھ معروف ہے، اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اس روایت کو عبداللہ بن یوسف حجازی سے سنن ابی داود، النسائی، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ عبداللہ بن یوسف حجازی سے سوائے سوید بن یزید بن الہاد کے کسی نے روایت نہیں کی۔ فتح الباری: ۱۲/ ٥٤، حوالہ کے لیے دیکھیے سنن أبی داؤد، کتاب الطلاق باب۲۹؛ سنن النسائی کتاب الطلاق باب: ٤٧؛ صحیح ابن حبان: ۹/ ٤١٨؛ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے شرطِ مسلم پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی موافقت کی ہے۔
لیکن شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تردید کرتے ہوئے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے: السلسلة الضعيفة والموضوعة، رقم: ١٤٦٧۔

وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا)) [1]

''جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت جوڑے یا کوئی آزاد کردہ غلام اپنے موالی کے علاوہ کسی اور کو اپنا مولیٰ قرار دے (یعنی وہ اپنے آزاد کرنے والے کے علاوہ کسی دوسرے سے کہے تو نے مجھے آزاد کیا ہے اور میری ولا تیرے لیے ہے) ایسے انسان پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نفلی اور فرضی عبادت قبول نہیں فرماتا۔''

ابن عثمان الہندی سے روایت ہے کہ میں نے سعد سے سنا، وہ فرما رہے تھے کہ میں نے محمد ﷺ کو اپنے کانوں سے سنا اور اسے دل میں محفوظ کر لیا، آپ فرما رہے تھے:

((مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ))

''جس نے اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی طرف نسبت کی (کہ یہ میرا باپ ہے) حالانکہ اسے پتہ ہے (کہ یہ میرا باپ نہیں) تو اس پر جنت حرام ہے۔''

ابوعثمان الہندی کہتے ہیں، میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے فرمایا: ''میں نے بھی یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔'' [2]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الحج، باب فضل المدينة، رقم: ۱۳۷۰؛ كتاب العتق، باب تحريم تولى العتيق غير مواليه؛ صحیح مسلم میں ان الفاظ کا یہ فرق ہے کہ یہاں "اف تولى" کی بجائے "او انتهى إلى" کے الفاظ ہیں۔ مفہوم ایک ہی ہے۔

[2] صحيح بخاری، كتاب المغازی، باب غزوة الطائف فی شوال سنة ثمان رقم: ۴۳۲۷؛ صحيح مسلم، كتاب الايمان رقم: ٦٣، میں یہ الفاظ ہیں:
((مَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ غَيْرُ اَبِيْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ)) ابن عثمان الہندی غلط ہے اصل میں یہ ابوعثمان النہدی ہیں۔ جن کا نام عبدالرحمٰن بن مل بن عمرو ہے کبار تابعین میں سے ہیں ۹۵ھ میں وفات پائی۔

اس شخص کا گناہ جس کی وجہ سے اس کے والدین گالیوں کا نشانہ بنیں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ)) قِيلَ: يا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: ((يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ)) [1]

''کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔'' صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بھلا آدمی اپنے ماں باپ پر بھی لعنت بھیجتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ وہ پلٹ کر اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ اور اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔''

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ أَكْبَرَ الْكَبَائِرِ أَنْ يَسُبَّ الرَّجُلَ وَالِدَيْهِ قِيلَ وَكَيْفَ يَسُبُّ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ: يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ)) [2]

''کبیرہ گناہوں میں ایک بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی نے اپنے والدین کو گالی

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب لا یسب الرجل والدیه رقم: ٥٩٧٣۔

[2] صحیح ابن حبان: ٢/ ٣١٤؛ مشکل الآثار للطحاوی: ١١/ ٤٨٢؛ صحیح مسلم، میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

((مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَهَلْ يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ: نَعَمْ، يَسُبُّ أَبَاالرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ))

''کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آدمی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دیتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ایک شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ اسی طرح وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ جواباً اس کی ماں کو گالی دیگا۔''

دی۔'' کسی نے پوچھا: کوئی شخص اپنے والدین کو کیونکر گالی دے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جب ایک شخص کسی کے باپ کو گالی دے گا تو ظاہر ہے وہ بدلے میں اس کے باپ اور ماں کو گالی دے گا۔''

باپ کا بیٹے سے ہبہ واپس لینے کا جواز

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَرْجِعَ فِي هِبَتِهِ إِلَّا الْوَالِدُ)) [1]

''سوائے والد کے کسی شخص کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، جائز نہیں کہ وہ عطیہ دینے کے بعد اسے واپس لے لے۔''

عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُعْطِيَ الْعَطِيَّةَ فَيَرْجِعُ فِيهَا إِلَّا الْوَالِدُ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ)) [2]

''کسی مرد کے لیے حلال نہیں کہ وہ عطیہ دے کر واپس لے، البتہ والد اپنی اولاد کو عطیہ دے کر واپس لے سکتا ہے۔''

والدین کے ساتھ صلہ رحمی، ان کی وفات کے بعد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ أَوْ عِلْمٌ

---

[1] فتح الباری: ٥/ ٢١١؛ المعجم الکبیر: ٢/ ٣٩٦؛ مشکل الآثار للطحاوی میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے: ((لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَرْجِعَ فِي هِبَتِهِ إِلَّا الْوَالِدُ لِوَلَدِهِ)): ١١/ ٢٣٣۔ مذکورہ الفاظ میں یہ حدیث مجھے نہیں مل سکی۔ (مترجم)

[2] سنن الترمذی، کتاب البیوع، باب: ٦١؛ سنن النسائی، کتاب الھبة، باب: ٢، ٣؛ سنن ابن ماجه، کتاب الھبة، باب: ٢، امام البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: صحیح سنن الترمذی، رقم: ١٢٩٨؛ صحیح سنن النسائی: ٣٧٠٣۔

يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُولَهُ)) ❶

''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا سلسلہ اعمال ختم ہو جاتا ہے مگر تین عمل ایسے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی ان کا فیض جاری رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ۔ یا وہ علم جو لوگوں کے لیے نفع بخش ہو۔ یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((سَبْعٌ يَجْرِي أَجْرُهَا لِلْعَبْدِ بَعْدَ مَوْتِهِ وَهُوَ فِي قَبْرِهِ: مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا أَوأَجْرَى نَهْرًا. أَوْ حَفَرَ بِئْرًا أَوْغَرَسَ نَخْلًا، أَوبَنَى مَسْجِدًا، أَوْ وَرَّثَ مُصْحَفًا أَوْتَرَكَ وَلَدًا يَسْتَغْفِرُ لَهُ)) ❷

''سات اعمال کا اجر موت کے بعد قبر میں بھی انسان کو پہنچتا رہتا ہے۔ ایک وہ شخص جس نے کسی کو علم سے ہمکنار کیا۔ یا اس نے پانی کی نہر جاری کی۔ یا کوئی کنواں بنوادیا۔ یا کھجور کا کوئی درخت لگادیا۔ یا مسجد بنوائی۔ یا قرآن کریم وراثت میں چھوڑا۔ یا نیک اولاد چھوڑی جو اس کے لیے مغفرت کی دعا کرے۔''

سدی بن عبید اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الوصيه، باب مايلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، سنن أبى داود، كتاب الوصايا، باب:١٤؛ سنن الترمذى:١٣٧٦؛ مسند احمد:٢/ ٣١٦۔

حدیث کے اصل الفاظ من ثلاث کی بجائے "إلا من ثلاث" ہیں۔

❷ مجمع الزوائد:١/ ١٦٧؛ كنز العمال:٤٣٦٦٢؛ اتحاف السادہ المتقين از زبيدی: ١/ ١١٤؛ صحيح الترغيب والترهيب ازالبانی رقم:٧٣؛ صحيح الجامع الصغير رقم:٣٦٠٢۔ (حسن)

واضح رہے کہ یہ حدیث قرآن کی آیت ﴿أَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى﴾ کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اعمال دراصل اس کے اپنے کئے ہوئے ہیں جو اس نے دنیاوی زندگی میں انجام دیئے تھے۔ اولاد کی دعائیں اگر اس کے لیے مرنے کے بعد فائدہ دیتی ہیں تو یہ اس کی اولاد کی اعلیٰ تربیت کا فیضان ہے۔

اور ایصال ثواب کا یہ وہ مشروع طریقہ ہے جو حدیث میں واضح کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ایصال ثواب کی تمام مروجہ صورتیں اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ البتہ اگر میت پر کوئی قرض ہو یا زندگی میں اس نے نذر مانی ہو اور اسے پورا نہ کر سکا ہو یا اس پر حج فرض تھا اور وہ ادا نہ کر سکا تو ان سے عہدہ برآ ہونا ورثائے میت پر ضروری ہے۔

کے رسول! کیا والدین کے فوت ہونے کے بعد بھی ان کی خدمت کا کوئی حق میرے ذمہ باقی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((نَعَمْ أَرْبَعُ خِصَالٍ: الدُّعَاءُ لَهُمَا، وَالْإِسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَانْفَاذُ عَهْدِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا رَحِمَ لَكَ إِلَّا مِنْ قِبَلِهِمَا)) [1]

''ہاں چار حق ابھی باقی ہیں (۱) ان کے لئے دعا کرنا (۲) ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا سوال کرنا (۳) ان کے وعدوں کو پورا کرنا (۴) ماں کی سہیلیوں اور باپ کے دوستوں کی عزت کرنا اور ان رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا جن سے رشتہ داری کا تعلق ماں باپ کی وجہ سے ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ: يَارَبِّ أَنَّى لِي هٰذِهِ فَيَقُولُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ)) [2]

---

[1] امام بیہقی نے کتاب الآداب میں ابو اسید الساعدی کے حوالہ سے اس حدیث کو (ذرا تفصیل سے) بیان کیا ہے کہ قبیلہ بنی ساعدہ کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے والدین فوت ہو چکے ہیں، کیا میرے ذمہ ان کا کوئی حق خدمت باقی ہے جو میں موت کے بعد انہیں پہنچا سکوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں چار باتیں ہیں، (۱) ان کے لیے رحمت و استغفار کی دعا کرنا (۲) ان کے کیے ہوئے وعدوں کو ان کی موت کے بعد پورا کرنا (۳) ان رشتوں کو قائم رکھنا جو صرف والدین کی طرف سے ہوں۔'' اس نے کہا: یہ بہت زیادہ مگر بہت اچھی چیزیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر عمل کر، یہ انہیں پہنچ جائے گا۔ اس روایت کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن الغسیل ہے۔ اس کے متعلق امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں۔ ایک اس کے ثقہ ہونے کا اور دوسرا ضعیف ہونے کا۔ اور بعض کے نزدیک یہ ثقہ ہے البتہ کثرت سے غلطیاں کرتا ہے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک: ۴/۱۵۵ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنی صحیح: ۲/۳۲۶ میں ذکر کیا ہے۔ شعیب ارناؤط وغیرہ نے مسند احمد کی تحقیق میں اس کی سند کو علی بن عبید کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے (مسند احمد مع التعليق: ۲۶/ ۱۶) امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف کہا ہے: السلسلة الضعيفة رقم: ۵۹۷) نیز یہ واضح رہے کہ سدی بن عبید نام کا کوئی راوی کتب تراجم میں موجود نہیں ہے اور یہ درحقیقت علی بن عبید ہے۔

[2] سنن ابن ماجه، كتاب الأدب، باب: ۱؛ مسند احمد: ۲/ ۵۰۹؛ السنن الكبرى: ۷/ ۷۹۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے المہذب میں اس کی سند کو قوی قرار دیا ہے اور امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں: ''امام بزار اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن سند...... باقی حاشیہ اگلے صفحے پر

''اللہ عزوجل جنت میں نیک آدمی کا ایک درجہ (Grade) بڑھا دے گا تو وہ پوچھے گا: اے پروردگار! مجھے یہ مقام (Grade) کیسے مل گیا تو اللہ فرمائیں گے: تیرے بیٹے کا تیرے لیے استغفار کرنے کی وجہ سے۔''

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ قَرأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِهِ أَلْبَسَ اللَّهُ وَالِدَهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ضَوْءُهُ أَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِي بُيُوْتِ الدُّنْيَا، فَمَا ظَنُّكُمْ بِمَنْ عَمِلَ بِهٰذَا)) [1]

''جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے والدین کو ایک تاج پہنائے گا، جس کی روشنی تمہارے گھروں کے اندر داخل سورج کی روشنی سے زیادہ ہوگی۔ یہ تو مقام ہے اس کے والدین کا تو خود

گزشتہ سے پیوستہ: سے بیان کیا ہے، اس کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں، سوائے عاصم بن بھدلہ کے، اور وہ بھی حسن الحدیث ہے۔ نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو الأدب المفرد میں بیان کیا ہے۔ یہاں اس کی سند میں ایک راوی ابوبکر بن عیاش ہے، جس کے نام کے متعلق محدثین میں شدید اختلاف ہے اور دوسرا راوی عاصم بن بھدلہ ہے جس کی حدیث میں اضطراب ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لیس به بأس" اور ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے ''یہ میرے نزدیک صدوق اور صالح الحدیث ہے'' امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے؟ دیکھئے: السلسلة الصحيحة، رقم: ۱۵۹۸ اور شعیب ارناؤوط وغیرہ نے بھی مسند احمد کی تحقیق میں اسے حسن قرار دیا ہے: دیکھئے: مسند احمد مع التعلیق: ۱۷/ ۳۰۔

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی ثواب قراءۃ القرآن، مسند احمد: ۳/ ۴۴۰۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں اس حدیث کو بریدہ کے حوالہ سے درج ذیل الفاظ کے ساتھ مرفوع بیان کیا ہے: ((مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَتَعَلَّمَهُ وَعَمِلَ بِهِ أُلْبِسَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَاجًا مِنْ نُوْرٍ، ضَوْءُهُ مِثْلُ ضَوْءِ الْقَمَرِ وَيُكْسٰى وَالِدَاهُ حُلَّتَانِ لَا تَقُوْمُ لَهُمَا الدُّنْيَا، فَيَقُوْلَانِ: بِمَا كُسِينَا هٰذَا؟ فَيُقَالُ بِأَخْذِ وَلَدِكُمَا الْقُرْآنَ)) ''جس نے قرآن پڑھا، اس کو سیکھا، اور پھر اس کے مطابق عمل بھی کیا، روز قیامت اسے نور کا ایک تاج پہنایا جائے گا جو چاند کی طرح چمکتا ہوگا اور اس کے والدین کو دو ایسے خوبصورت لباس پہنائے جائیں گے کہ پوری دنیا بھی ان کے سامنے ہیچ نظر آئے گی۔ وہ (حیرت سے) پوچھیں گے؟ یہ کس چیز کا بدلہ ہے؟ آواز آئے گی: یہ تمہارے بیٹے کے قرآن سیکھنے کا انعام ہے۔'' امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے: ضعيف الجامع الصغير: ۵۷۶۲؛ المشكاة، الرقم: ۲۱۳۹، البتہ شعیب ارناؤوط وغیرہ نے مسند احمد کی تحقیق میں ومن قرأ القرآن وتعلمه کے سوا باقی حدیث کو 'حسن لغیرہ' قرار دیا ہے۔ دیکھئے: مسند أحمد مع التعليق: ۲۵/ ۳۶۔

قرآن پر عمل کرنے والے انسان کا کیا مقام ہوگا؟"

ابو کاہل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَّهُ مَنْ بَرَّ وَالِدَيْهِ حَيَّيْنِ وَمَيِّتَيْنِ كَانَ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ أَنْ يُرْضِيَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قُلْنَا: كَيْفَ يَبَرُّ وَالِدَيْهِ مَيِّتَيْنِ؟ قَالَ: يَسْتَغْفِرُ لَهُمَا وَلَا يَسُبُّ وَالِدَيْ أَحَدٍ فَيَسُبُّ وَالِدَيْهِ)) [1]

"جس نے والدین کی خدمت کی، ان کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد بھی تو اللہ تعالیٰ روز قیامت اسے ضرور راضی کرے گا" ہم نے پوچھا موت کے بعد وہ ان کی خدمت کیسے کر سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان کے لیے دعائے مغفرت کرے، اور کسی کے والدین کو گالی نہ دے کہ وہ پلٹ کر اس کے والدین کو گالی دیں۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((هَدِيَّةُ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الْإِسْتِغْفَارُلَهُمْ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُدْخِلُ عَلَى أَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ أَهْلِ الدُّوْرِ مِثْلَ الْجِبَالِ)) [2]

"زندہ انسانوں کو مردوں کے لیے تحفہ یہ ہے کہ وہ ان کے لیے دعائے مغفرت کریں۔"

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا عَلَى أَحَدِكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَصَدَّقَ أَنْ يَجْعَلَهَا لِوَالِدَيْهِ إِنْ كَانَا مُسْلِمَيْنِ فَيَكُوْنَ لِوَالِدَيْهِ أَجْرُهُمَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْتَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ))

---

[1] یہ طویل حدیث کا ایک ٹکڑا ہے اور الترغیب والترھیب: ٤/ ٣٦٣ میں الفاظ کے معمولی سے فرق کے ساتھ مروی ہے۔ امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے، دیکھئے: ضعیف الترغیب الترھیب، رقم: ١٩٦٨۔

[2] شعب الایمان للبیھقی: ١٤/ ٤٢٣؛ کنز العمال: ١٥/ ٦٩٤؛ السلسلة الضعيفة: ٧٩٩ (منکر جداً)۔

”جب تم میں سے کوئی صدقہ کرنا چاہے تو اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ والدین کے نام پر صدقہ کرے، کیونکہ مسلمان ہونے کی صورت میں والدین کو اس صدقہ کا برابر اجر ملے گا، بایں طور کہ اس کے اجر میں سے ذرا بھی کم نہیں کیا جائے گا۔“ [1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوئیں تو وہ اس وقت مدینہ سے باہر تھے (واپس آئے) تو عرض کی: اے اللہ کے رسول! میری والدہ نے وفات پائی تو میں وہاں موجود نہیں تھا۔ اب اگر میں اس کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کروں تو کیا اسے فائدہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں“ تو سعد نے کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے یہ باغ ان کی طرف سے صدقہ کر دیا ہے۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میری والدہ فوت ہو چکی ہے، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو اجر ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں“ (اسے ضرور اجر ملے گا) [3]

---

[1] اس روایت کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں طبرانی نے الأوسط میں اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں اور ابن نجار نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے بیان کیا ہے۔ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور امام عراقی نے فرمایا: اس کی سند ضعیف ہے۔ دیکھیے: الجامع الكبير خط: ١/ ٧٠٦۔ الجامع الصغير: ٧٩٤٣؛ كنز العمال: ١٦١٤٥؛ إحياء علوم الدين: ٢/ ٢١٦؛ علل الحديث لا بن أبي حاتم: ٦٤٥؛ تذكرة الموضوعات: ١/ ٢٠١۔

[2] صحيح ابن خزيمة: ٩/ ١٤٣؛ مسند أحمد مع التعليق از شعيب أرناؤوط وغيره: ٦/ ٢٤؛ صحیح، اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کی سند کو شرط شیخین پر صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: السلسلة الصحيحة: ٦/ ٢٧٨؛ أحكام الجنائز، ص: ١٧٢۔

[3] صحیح بخاری میں یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان الفاظ میں مروی ہے:
((أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ)) ایک آدمی نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میری والدہ اچانک ہی اس دنیا سے چلی گئی ہے، مجھے یقین ہے کہ اگر اسے بات کا موقع ملتا تو وہ ضرور کچھ صدقہ کر جاتی، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کر دوں تو کیا اسے اجر ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں۔“ مسند أحمد مع التعليق: ٤٠/ ٦٥؛ اسناد صحيح على شرط الشيخين؛ صحيح ابن خزيمة: ٩/ ١٤٠۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((مَنْ حَجَّ عَنْ أَبَوَيْهِ، أَوْقَضَى عَنْهُمَا مَغْرَمًا، بُعِثَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْأَبْرَارِ)) [1]
''جس شخص نے اپنے والدین کی طرف سے حج کیا، یا ان کے ذمہ واجب الاداء قرض ادا کیا، روزِ قیامت اسے نیکوکاروں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔''

والدین کے رشتہ داروں اور تعلق داروں کے ساتھ صلہ رحمی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق مروی ہے کہ دورانِ سفر، ان کے پاس سے ایک دیہاتی ''بدو'' کا گزر ہوا اور وہ دیہاتی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا، تو دیہاتی ''بدو'' نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھ لیا کیا تو فلاں شخص کا بیٹا نہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے ہم سفروں سے کہا کہ یہ جو گدھا پیچھے آرہا ہے، وہ اس کو دے دو اور اپنے سر سے پگڑی بھی اتار کر اس دیہاتی کو دے دی۔ بعض ہم سفر حضرات نے کہا: کیا اس کو دو درہم کافی نہیں تھے؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

---

[1] سنن دارقطني: ٢/ ٢٦٠؛ تذكرة الموضوعات للقيسراني: ٧٩٩؛ السلسلة الضعيفة: ١٤٣٥۔ (ضعيف جداً)

امام ہیثمی رحمہ اللہ نے اس روایت کو مجمع الزوائد: ٨/ ١٤٦ میں المعجم الاوسط کے حوالہ سے بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس میں جبلہ بن سلیمان العطار راوی متروک ہے۔ امام نسائی بھی کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں: اس کی حدیث چھوڑ دی جائے گی اور یہ حدیث ان کی منکر روایات میں سے ہے۔ اور ابن عدی نے بھی اسے متروک کہا ہے۔ اور ابن معین نے اسے غیر ثقہ قرار دیا ہے۔ امام دارقطنی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بھی بیان کی ہے: ((مَنْ حَجَّ عَنْ اَبِيْهِ اَوْ اُمِّهِ فَقَدْ قَضَى عَنْ حَجَّتِهِ وَكَانَ لَهُ فَضْلُ عَشْرِ حَجٍّ)) ''جس نے اپنے والد یا والدہ کی طرف سے حج کیا تو گویا اس نے ان کی طرف سے حج ادا کر دیا اور اسے دس حجوں کا ثواب ملے گا۔'' اس میں ایک راوی عثمان بن عبدالرحمٰن ہے، جس کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور دوسرا راوی محمد بن عمرو البصری کو بھی یحییٰ بن سعید اور ابن نمیر وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے: ضعيف الجامع الصغير از البانی: ٥٥٥١ "موضوع"

((إِحْفَظْ وُدَّ أَبِيكَ لَا تَقْطَعْهُ فَيُطْفِي اللّٰهُ نُورَكَ)) [1]

''اپنے باپ کی دوستی کا خیال رکھو، اس کو مت توڑو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارا نور بجھا دے گا۔''

نافع بیان کرتے ہیں کہ ابو بردہ رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لائے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کے پاس آئے، سلام کیا اور ان سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟ پھر جب اٹھنے لگے تو فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

((إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ مَنْ بَرَّ أَبَاهُ بَعْدَ مَوْتِهِ لِصِلَةِ وُدِّ أَبِيهِ))

''سب سے بڑھ کر نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔'' چونکہ میرا باپ تیرے باپ کا دوست تھا تو میں نے چاہا کہ اس کے ناطے تجھ سے حسن سلوک کروں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

مَنْ أَرَادَ أَنْ يَبِرَّ أَبَاهُ فِي قَبْرِهِ فَلْيَصِلْ إِخْوَانَ أَبِيْهِ مِنْ بَعْدِهِ

''جو شخص یہ چاہے کہ اپنے باپ کے ساتھ (اس کے مرنے کے بعد) اس کی قبر میں حسنِ سلوک کرے، اسے چاہیے کہ باپ کے بھائیوں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔''

---

[1] کنز العمال: ٤٥٤٦٠؛ الأدب المفرد: ٤٠؛ امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مجمع الزوائد: ٨/ ١٤٧ میں المعجم الأوسط کے حوالہ سے بیان کرنے کے بعد اس کی سند کو 'حسن' کہا ہے امام عراقی نے کہا اس کی سند جید ہے، امام سیوطی نے بھی الجامع الصغیر میں اسے حسن قرار دیا ہے۔ البتہ امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے السلسلة الضعيفة: ٢٠٨٩۔ لیکن صحیح مسلم میں یہ حدیث تھوڑے سے الفاظ کے فرق کے ساتھ اس طرح مروی ہے:

عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مکہ کے راستہ میں ایک دیہاتی ملا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو سلام کیا اور اپنے اسی گدھے پر سوار کر لیا جس پر خود سوار تھے اور اپنے سر کی پگڑی بھی اتار کر اس کو دے دی۔ ابن دینار کہتے ہیں کہ ہم نے کہا: اللہ آپ کا بھلا کرے، یہ دیہاتی لوگ ہیں۔ بہت تھوڑے میں ہی راضی ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس کا باپ میرے باپ کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ سے تعلق خاطر رکھنے والوں سے اچھا سلوک کرے۔''

صحيح مسلم كتاب البر والصلة باب فضل صلة الأصدقاء الأب والأم ونحوهما ٦٥١٣۔

والدین کی قبر کی زیارت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ خود بھی رو رہے تھے اور ہمراہیوں کو بھی رلا رہے تھے اور فرمایا:

((إِسْتَأْذَنْتُ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأَذِنَ لِي وَاسْتَأْذَنْتُهُ أَنْ أَسْتَغْفِرَلَهَا فَلَمْ يَأْذَنْ لِي)) [1]

''میں نے اپنے رب سے والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت دے دی اور میں نے والدہ کے لیے استغفار کی اجازت چاہی تو اس نے مجھے اجازت نہیں دی۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ سے بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا يَوْمَ جُمُعَةٍ فَقَرَأَ يٰسٓ غُفِرَلَهُ)) [2]

''اگر کوئی شخص جمعہ کے دن اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے پھر سورۂ یٰسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس میت کو معاف کر دیتا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ زَارَ قَبْرَ أُمِّهِ، أَوْ قَبْرَ وَاحِدٍ مِنْ قَرَابَتِهِ كُتِبَتْ لَهُ حَجَّةٌ مَبْرُورَةٌ وَمَنْ كَانَ زَوَّارٌ لَهُمَا حَتَّى يَمُوتَ زَارَتِ الْمَلَائِكَةُ قَبْرَهُ)) [3]

---

[1] صحيح مسلم كتاب الجنائز رقم:١٠٥، سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب:٧٧؛ سنن نسائي كتاب الجنائز، باب:١٠١ اور صحیح ابن حبان میں حدیث کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں۔((فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْمَوْتَ)) ''قبروں کی زیارت کیا کرو، اس سے موت یاد آتی ہے۔''

[2] ابن عدی رحمہ اللہ نے اسے الکامل میں بیان کرنے کے بعد باطل اور موضوع قرار دیا ہے اور ابن الجوزی رحمہ اللہ نے خود بھی اسے موضوع کہا ہے۔ اگرچہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس بیان پر ابن جوزی کا تعاقب کیا ہے کہ اس کا ایک شاہد ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کا یہ کہنا سراسر غلط ہے، کیونکہ موضوع روایت میں شواہد کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ البتہ ضعیف حدیث میں شواہد کام دیتے ہیں۔ الجامع الصغير:٨٧١٧؛ الموضوعات از ابن الجوزی:٣/ ٢٣٩۔ تاريخ اصبهان از ابو نعيم: ٢/ ١٤٥۔ لہٰذا قبروں پر قرآن پڑھنا یا قرآن کے ذریعے ایصال ثواب کا عقیدہ رکھنا درست نہیں ہے۔

[3] یہ روایت بھی من گھڑت اور باطل ہے۔ دیکھیے: موضوعات از ابن الجوزی:٣/ ٥٤٠۔

''جس نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی یا اپنے کسی عزیز کی قبر کی زیارت کی، اس کے لیے ایک مقبول حج کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور جو ماں باپ دونوں کی قبر کی زیارت کرے، اس کے مرنے کے بعد فرشتے اس کی قبر کی زیارت کریں گے۔''

عثمان بن سودہ کی والدہ نہایت عبادت گزار خاتون تھیں۔ لوگ اسے راہبہ کہتے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب والدہ کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا:

يَاذُخْرِيْ وَذَخِيْرَتِيْ عِنْدَ الْمَوْتِ لَا تُوَحِّشْنِيْ فِيْ قَبْرِيْ

''اے موت کے وقت میرے ملجا و ماویٰ، قبر میں مجھے وحشت سے محفوظ رکھنا۔''

وہ کہتے ہیں کہ پھر جب وہ فوت ہوگئی تو میں ہر جمعہ اس کی قبر پر آتا تا کہ اس کے لیے بخشش کی دعا کروں۔ ایک رات میں نے اسے خواب میں دیکھا۔ تو میں نے کہا ماں، آپ کیسی ہیں؟ کہنے لگیں: بیٹا موت کی گھاٹی سخت کربناک ہے اور میرے اللہ کا شکر ہے، برزخ میں بڑے آرام میں ہوں اور یہاں میرے لیے قیامت تک کے لیے ریحان (خوشبودار بوٹی) کے بستر اور باریک و موٹے ریشم کے تکیے میسر ہیں۔ میں نے کہا: ماں میرے لائق کوئی خدمت؟ اس نے کہا: ہاں، ہمارے لیے دعا اور ہماری زیارت کے لیے بدستور آتے رہنا۔ جمعہ کے روز جب تم آتے ہو تو مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ مجھے کہا جاتا ہے: اے راہبہ! یہ تیرا بیٹا گھر سے تیری زیارت کے لیے آیا ہے تو میں بڑی خوش ہوتی ہوں اور میرے آس پاس کے مردے بھی خوش ہوتے ہیں۔

اللہ بھلا کرے اس آدمی کا جس نے یہ بڑی عمدہ بات کہی ہے:

زُرْ قَبْرَ وَالِدَيْكَ وَقِفْ عَلٰى قَبْرَيْهِمَا
فَكَأَنَّنِيْ بِكَ قَدْ نُقِلْتَ إِلَيْهِمَا

''اپنے والدین کی قبر کی زیارت کر اور ان کی قبر پر کھڑا ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ تجھے بھی ایک دن ان کے ہاں منتقل کر دیا جائے گا۔''

لَوْكَانَ حَيْثُ هُمَا، وَكَانَا بِالْبَقَا
زَارَكَ حَبْوًا عَلَى قَدَمَيْهِمَا

''اگر تو ان کی جگہ قبر میں ہوتا اور وہ زندہ ہوتے تو وہ اپنے قدموں پر گھسٹ کر آکے تیری زیارت کرتے۔''

إِنْ كَانَ دَيْنُهُمَا أَظَلَّكَ طَالَمَا
مَنَحَاكَ مُحْصِنُ الْوُدِّ مِنْ نَفْسَيْهِمَا

''اگر ان کا قرض تیرے سر پہ آپڑا ہے تو یہ بھی تو دیکھ کہ کتنا عرصہ ان کی خالص محبت تیرے سر پہ سایہ فگن رہی۔''

مَاهُنَّ إِلَّا أَبْصَرَا بِكَ عِلَّةً
جُزَعًا لِمَا تَشْكُوْا وَشَقَّ عَلَيْهِمَا

''جب کبھی تو بیمار ہو جاتا تو وہ تیری بیماری پر پریشان ہو جاتے اور تیری بیماری ان پر بڑی ہی گراں تھی۔''

مَاهُنَّ إِذَا سَمِعَا أَنِيْنَكَ أَسْبَالًا
دَمْعَيْهِمَا أَسَفًالِمَا تَشْكُوْا وَشَقَّ عَلَيْهِمَا

''جب کبھی انہوں نے تیری آہ سنی تو تیری مصیبت کے غم میں ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور تیری یہ مصیبت ان سے دیکھی نہ جاتی تھی۔''

وَتَمَنِّيًا لَوْصَارَ مَسَالِكَ رَاحَةٍ
بِجَمِيْعِ مَا يَحْوِيْهِ مِلْكُ يَدَيْهِمَا

''اور ان کی دلی خواہش ہوتی تھی کہ کاش وہ اپنا سب کچھ بیچ کر اولاد کے لیے راحت کا کوئی سامان کر سکیں۔''

فَلْتَلْحَقُهُمَا غَدًا أَوْ بَعْدَهُ
حَتْمًا كَمَا لَحِقَاهُمَا أَبَوَيْهِمَا
وَلَتَقْدَمَنَّ عَلَى فِعَالِكَ مِثْلِهِمَا

قَدَمَاهُمَا أَيْضاً عَلَى فِعْلَيْهِمَا

(اور یہ مت بھولنا) کہ کل کلاں تجھے بھی یقیناً ان کے پاس جانا ہے، جس طرح کہ وہ اپنے والدین کے پاس جا چکے ہیں۔ پھر ایک دن ضرور تم اپنے اعمال کے روبرو پیش ہو گے، جس طرح کہ تیرے والدین اپنے اعمال کے ہم رکاب ہو چکے ہیں۔

طُوْبَاكَ لَوْ قَدَّمْتَ فِعْلاً صَالِحاً
وَقَضَيْتَ بَعْضَ الْحَقِّ مِنْ حَقَّيْهِمَا
وَسَهِرْتَ تَدْعُوا اللّٰهَ يَغْفِرْ عَنْهُمَا
وَأَطَلْتَ فِي الصَّلَوَاتِ مِنْ ذِكْرَيْهِمَا
وَقَرَأْتَ مِنْ آيِ الْكِتَابِ بِقَدْرِ مَا
تَسْتَطِيْعُهُ وَبَعَثْتَ ذَاكَ إِلَيْهِمَا

تجھے مبارک ہو، اگر تو اللہ کے دربار میں نیک اعمال پیش کرے اور اپنے والدین کے حقوق ادا کرے۔ اور تو راتوں کو جاگ کر ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرے۔ اور لمبی لمبی نمازوں میں ان کے لیے دعائے خیر کرے اور جتنا ہو سکے قرآن کی تلاوت کر کے ان کی طرف بھیج دے۔ [1]

وَبَذَلْتَ مِنْ صَدَقَاتِ مَالِكَ مِثْلَ مَا
بَذَلَا هُمَا أَيْضاً عَلَى أَبَوَيْهِمَا

اور ان کے لیے اپنے مال سے صدقہ کر جس طرح انہوں نے اپنے مال سے اپنے والدین کے لیے صدقہ کیا۔

فَاحْفَظْ حُفِظْتَ وَصِيَّتِي وَاعْمَلْ بِهَا
فَعَسَى تَنَالُ الْفَوْزَ مِنْ بِرَّيْهِمَا

اور میری اس وصیت کی حفاظت کر، اللہ تیری حفاظت کرے اور اس پر عمل کر امید

[1] اس میں کوئی شک نہیں کہ قبرستان جانا اور اپنے عزیز و اقارب کی قبروں پر ان کے لیے بخشش کی دعا کرنا مشروع ہے، نہ کہ قرآن پڑھ کر ان کو پہنچانا کسی نص سے ثابت نہیں ہے۔

ہے کہ تم اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کے باعث کامیابی سے ہم کنار ہو جاؤ گے۔

فضل بن موفق کا بیان ہے کہ میں اکثر اپنے باپ کی قبر پر جایا کرتا، ایک دن میں کسی جنازہ میں شریک ہوا۔ جب میت کو دفن کر دیا گیا تو میں ایک ضروری کام کے باعث جلد ہی واپس آ گیا اور باپ کی قبر پر نہ جا سکا۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا باپ مجھے کہہ رہا تھا بیٹا! میرے پاس کیوں نہیں آئے۔ میں نے کہا: ابا جان! آپ کو کیا پتا کہ میں وہاں آیا تھا۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! جب تم آتے ہو اور اس پل سے نمودار ہوتے ہو تو میں تجھے دیکھ رہا ہوتا ہوں۔ یہاں تک کہ تم آ کر میرے پاس بیٹھ جاتے ہو اور جب تم واپس جاتے ہو تو میں پل عبور کرنے تک تمہیں مسلسل دیکھتا رہتا ہوں۔ اس واقعہ کا کوئی حوالہ مجھے نہیں مل سکا۔ اس کا مضمون واضح طور پر قرآن وسنت کے منافی ہے۔ لہٰذا بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ واقعہ من گھڑت ہے۔

صلہ رحمی کا ثواب اور قطع رحمی کی سزا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَمُدَّ لَهُ فِي عُمْرِهِ وَيُزَادُ فِي رِزْقِهِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلْيُصِلْ رَحِمَهُ)) [1]

''جو شخص یہ چاہے کہ اس کا رزق فراخ ہو جائے اور اس کی عمر میں برکت ڈال دی جائے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری اور مسلم میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ)) ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا رزق فراخ ہو جائے اور اس کی عمر میں برکت ڈال دی جائے تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔'' بخاری کی روایت میں ''مَنْ سَرَّهُ'' کے الفاظ ہیں دیکھئے: صحیح بخاری، کتاب التوحید رقم: ۷۵۰۲؛ صحیح مسلم کتاب البر والصلة: ٦٤٦٥؛ نیز مسند احمد، سنن ابی داود اور سنن نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں: ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُعَظِّمَ اللّٰهُ رِزْقَهُ وَأَنْ يَمُدَّ فِي أَجَلِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ)) ''جس کو پسند ہو کہ اللہ اس کا رزق بڑھا دے اور اس کی عمر دراز کر دے تو اسے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرنا چاہیے۔'' مسند احمد: ۳/ ۱٥٦، ۲٤۷، ۲۷۷؛ سنن أبی داود کتاب الزكوٰة، باب: ٤٥۔

((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَمُدَّ اللّٰهُ فِي عُمْرِهِ وَيُوْسِعَ فِي رِزْقِهِ وَيَدْفَعُ عَنْهُ مِيتَةَ السُّوْءِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ)) ❶

"جسے یہ پسند ہو کہ اللہ اس کی عمر دراز کر دے اور اس کے رزق میں فراخی کر دے اور اسے بری موت سے بچائے، اسے اللہ سے ڈرنا چاہیے اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا چاہیے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صِلَةُ الرَّحِمِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَحُسْنُ الْجِوَارِ يَعْمُرَانِ الدِّيَارَ وَيَزِيْدَانِ الْأَعْمَارَ)) ❷

"صلہ رحمی، حسن اخلاق اور اچھی ہمسائیگی گھرانوں کو آباد کرتی ہے اور عمروں کو دراز کرتی ہے۔"

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صَنَائِعُ الْمَعْرُوْفِ تَقِي مَصَارِعَ السُّوْءِ وَصَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَصِلَةُ الرَّحِمِ تَزِيْدُ فِي الْعُمْرِ)) ❸

"بھلائی کے کام انسان کو ہلاکت کے گڑھوں سے بچاتے ہیں۔ چھپا کر کیا ہوا صدقہ پروردگار کے غصہ کو بجھا دیتا ہے۔ اور صلہ رحمی درازی عمر کا سبب ہے۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ خَمْسٍ: مُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَلَا مُؤْمِنٌ بِسِحْرٍ، وَلَا قَاطِعُ الرَّحِمِ، وَلَا كَاهِنٌ، وَلَا مَنَّانٌ)) ❹

"یہ پانچ شخص جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ ① شراب کا رسیا ② جادو پر ایمان رکھنے والا ③ رشتہ داری کو توڑنے والا، ④ کاھن ⑤ احسان کو جتلانے والا۔"

---

❶ مسند أحمد:٣/ ٢٦٦؛ مستدرك حاكم:٤/ ١٦٠؛ مسند أحمد مع التعليق: ٣/ ٢١(صحيح)

❷ مسند أحمد مع التعليق:٤١/ ١٥١ (اسناده صحيح)؛ مستدرك حاكم:٤/ ١٦٠؛ السلسلة الصحيحة:٥١٩؛ صحيح الترغيب والترهيب:٢٥٢٤۔

❸ صحيح الجامع الصغير از ألبانی:٣٧٩٧ (حسن)؛ صحيح الترغيب والترهيب:٨٨٩۔

❹ مسند أحمد مع التعليق از شعيب ارناؤوط وغيره:١٩/ ٢٣، ١٨/ ٢ (حسن لغيره)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ أَعْمَالَ بَنِي آدَمَ تُعْرَضُ عَلَى اللّٰهِ كُلَّ خَمِيسٍ لَيْلَةَ جُمُعَةٍ فَلَا يُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ)) [1]

''اولادِ آدم علیہ السلام کے اعمال ہر جمعہ کی رات کو اللہ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ پس رشتہ داری کو توڑنے والے کا عمل قبول نہیں کیا جاتا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَقَالَ: مَهْ؟ قَالَتْ: هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ فَقَالَ: أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ: بَلَى يَا رَبِّ! قَالَ: فَذٰلِكِ لَكِ)) [2] ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ﴾ [3]

''اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی اور جب اس سے فارغ ہو گیا تو رحم کھڑا ہوا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ٹھہر جا، اس نے کہا کہ یہ قطع رحم (ناطہ توڑنا) سے تیری پناہ مانگنے کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اس پر راضی نہیں کہ میں ناطہ جوڑنے والے سے اپنے رحم کا ناطہ جوڑوں اور ناطہ کاٹنے والوں سے جدا ہو جاؤ۔ اس نے کہا کہ ضرور اے میرے رب! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر یہی تیرا مقام ہے۔'' پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سورۂ محمد کی یہ آیت پڑھی: ''تم سے یہ بعید نہیں کہ اگر تم کو اقتدار مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کر دو اور ارحام (رشتے ناتے) توڑ ڈالو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور انہیں اندھا اور بہرہ بنا دیا۔''

[1] مسند احمد مع التعليق: ١٦/ ١١٣ (اسناده حسن)؛ سنن أبي داؤد: ٢٤٣٦؛ صحيح الترغيب والترهيب: ٢٥٣٨ (حسن)؛ الأدب المفرد: ٦١۔

[2] صحيح بخاري، كتاب التوحيد، رقم: ٧٥٠٢؛ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة: ٦٤٦٥؛ مسند احمد: ٢/ ٣٣٠۔ [3] محمد: ٤٧/ ٢٢-٢٣

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ، تَقُولُ: مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللّٰهُ)) [1]

''رحم (رشتہ داری) عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی کہہ رہی ہے: جو مجھے ملائے اللہ اسے ملائے اور جو مجھے توڑے اللہ اس سے (تعلق) توڑ لے۔''

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللّٰهُ تَعَالَى لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا، مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ مِنَ الْآخِرَةِ مِنَ الْقَطِيعَةِ الرَّحِمِ وَالْبَغْيِ)) [2]

''کوئی گناہ اتنا سنگین نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے مرتکب کو دنیا میں ہی اس کی سزا دے دے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی سزا آخرت کے لیے بھی اٹھا رکھے، ماسوا قطع رحمی اور ظلم کے (یہ دو ایسے گناہ ہیں جن کی سزا اللہ تعالیٰ جلد دنیا میں بھی دے دیتا ہے)۔''

154 ابو اوفی فرماتے ہیں:

إِنَّ الرَّحْمَةَ لَا تَنْزِلُ عَلَى قَوْمٍ فِيهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ [3]

''اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا موجود ہو۔''

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب من وصل وصله الله، ٥٩٨٨" صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها رقم: ٦٥١٩۔

[2] مسند أحمد: ٥/ ٣٦، ٣٨؛ سنن ابن ماجه: ٤٢١١؛ قال الباني صحيح، مسند أحمد مع التعليق: ٣٤/ ٩ (اسناده صحيح)؛ السلسلة الصحيحة: ٩١٨؛ سنن الترمذي، كتاب القيامة باب: ٥٧؛ قال الترمذي: (حسن صحيح)؛ ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد: ٨/ ١٥٢ میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "مِنْ قَطِيعَةِ الرَّحِمِ وَالْخِيَانَةِ وَالْكَذِبِ"

[3] شعب الإيمان للبيهقي: ١٦/ ٤٨٩؛ مجمع الزوائد: ٨/ ٥١؛ اس میں یہ الفاظ ہیں: ((إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَنْزِلُ عَلَى قَوْمٍ فِيهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ)) ''اس قوم میں رحمت کے فرشتوں کا نزول نہیں ہوتا جس میں رشتہ داری کو توڑنے والا کوئی موجود ہو۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں تو میرے دل میں خوشی اور آنکھوں میں ٹھنڈک کی لہر دوڑ جاتی ہے، مجھے ہر چیز کے متعلق بتا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((كُلُّ شَيْءٍ خُلِقَ مِنَ الْمَاءِ)) ''ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔''

میں نے عرض کی: مجھے کوئی ایسا کام بتائیے جس پر عمل کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَطْعِمِ الطَّعَامَ وَأَفْشِ السَّلَامَ، وَصِلِ الْأَرْحَامَ وَصَلِّ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ)) [1]

''دستر خوان کھلا رکھو، سلام کو عام کرو، رشتہ داریوں کو جوڑو اور رات کو قیام کرو جب کہ لوگ (سو رہے ہوں) محوِ خواب ہوں۔ تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس امت کے کچھ لوگ شباب و کباب اور لہو و لعب کی حالت میں رات گزاریں گے۔ صبح ہوگی تو ان کی شکلیں مسخ کر کے بندروں اور خنزیروں کی بنا دی جائیں گی۔ اور اس امت میں خسف (زمین میں دھنسنا) اور قذف (اوپر سے پتھر برسنا) بھی ہوگا۔ لوگ صبح اٹھیں گے تو کہیں گے: آج رات فلاں گھرانہ زمین میں دھنس گیا، آج رات فلاں گھرانہ زمین میں دھنس گیا، اور اس امت کے بعض قبائل اور گھرانوں پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہو گی جیسا کہ قوم لوط علیہ السلام پر ہوئی تھی اور بعض قبائل اور گھرانوں کو سخت آندھی ہلاک کر دے گی، جیسا کہ قومِ عاد علیہ السلام کو کیا تھا۔ ان کا جرم یہ ہوگا کہ یہ شراب پئیں گے۔ گلوکاراؤں اور اداکاراؤں سے اپنی محفلیں سجائیں گے۔ سود کھائیں گے اور رشتہ داریوں کو توڑ دیں گے۔'' [2]

---

[1] مسند احمد مع التعليق از شعيب ارناؤوط وغيره:١٦/ ١٤٠؛ إرواء الغليل، رقم: ٩٨٠ (اسناده صحيح)؛صحيح ابن حبان:١١/ ٩٨ـ

[2] مستدرك حاكم:٤/ ٥٦٠؛ مسند الطيالسي:١/ ١٥٥؛ ضعيف الترغيب والترهيب:١١٦٨ـ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ أَعْجَلَ الْبِرِّ ثَوَابًا صِلَةُ الرَّحِمِ حَتَّى أَنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ لَيَكُونُونَ مَجَرَةً فَتَنْمُوْا أَمْوَالُهُمْ وَيَكْثُرُ عَدَدُهُمْ إِذَا تَوَاصَلُوْا)) [1]

''صلہ رحمی ایک ایسا نیک عمل ہے، کہ (اللہ تعالیٰ) بہت جلد (دنیا میں ہی) اس کا بدلہ عطا فرما دیتے ہیں۔ ایک گھرانہ حد درجہ مفلس اور قلاش ہوگا لیکن جب وہ صلہ رحمی کریں گے تو ان کے مال میں اضافہ ہو جائے اور ان کی تعداد زیادہ ہو جائے گی۔''

سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرا باپ صلہ رحمی کیا کرتا تھا، اور وعدے کو پورا کرتا تھا۔ اور بڑا مہمان نواز تھا، (تو کیا اس کو اس کے یہ اعمال فائدہ دیں گے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا اسلام کی آمد سے پہلے فوت ہو گیا تھا؟ کہا ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَنْ يَنْفَعَهُ ذَلِكَ وَلَكِنَّهَا تَكُوْنُ فِيْ عَقِبِهِ فَلَنْ تَخْزُوْا أَبَدًا وَلَنْ تَذِلُّوْا أَبَدًا وَلَنْ تَفْتَقِرُوْا أَبَدًا)) [2]

''اس کے یہ اعمال اسے ہرگز نفع نہیں دیں گے۔ ہاں اس کی اولاد کو دنیا میں اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ وہ کبھی ذلیل و رسوا نہیں ہوں گے اور نہ فقر و تنگدستی ان کا مقدر بنے گی۔''

[1] صحیح الترغیب والترهیب:۲/ ۳۳۹، رقم:۲۵۳۷۔
[2] مشکل الآثار للطحاوی:۹/ ۳۷۷۔

سیرت کے قارئین کے لیے سدا بہار اور انمول تحفہ

رحمۃ للعالمین ﷺ

تالیف

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری

اس کتاب میں قرآن وسنت،
قدیم صحف سماوی (تورات، زبور، انجیل)
اور غیر آسمانی مذہبی کتب سے آخر الزماں
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت بیان کی گئی ہے
اور یہود، ہنود اور نصاریٰ کے
اعتراضات کا مکمل رد کیا گیا ہے۔

قدیم طبع (1921ء-1933ء) سے تقابل کے بعد تصحیح شدہ اڈیشن

4 مختلف اڈیشن میں دستیاب ہے

مکتبہ اسلامیہ

لاہور بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-7244973

فیصل آباد بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204



والدین کے ساتھ

حُسنِ سُلوک